https://ataunnabi.blogspot.com/

حیات وکارنامے

سید سلیمان اشرف بہاری

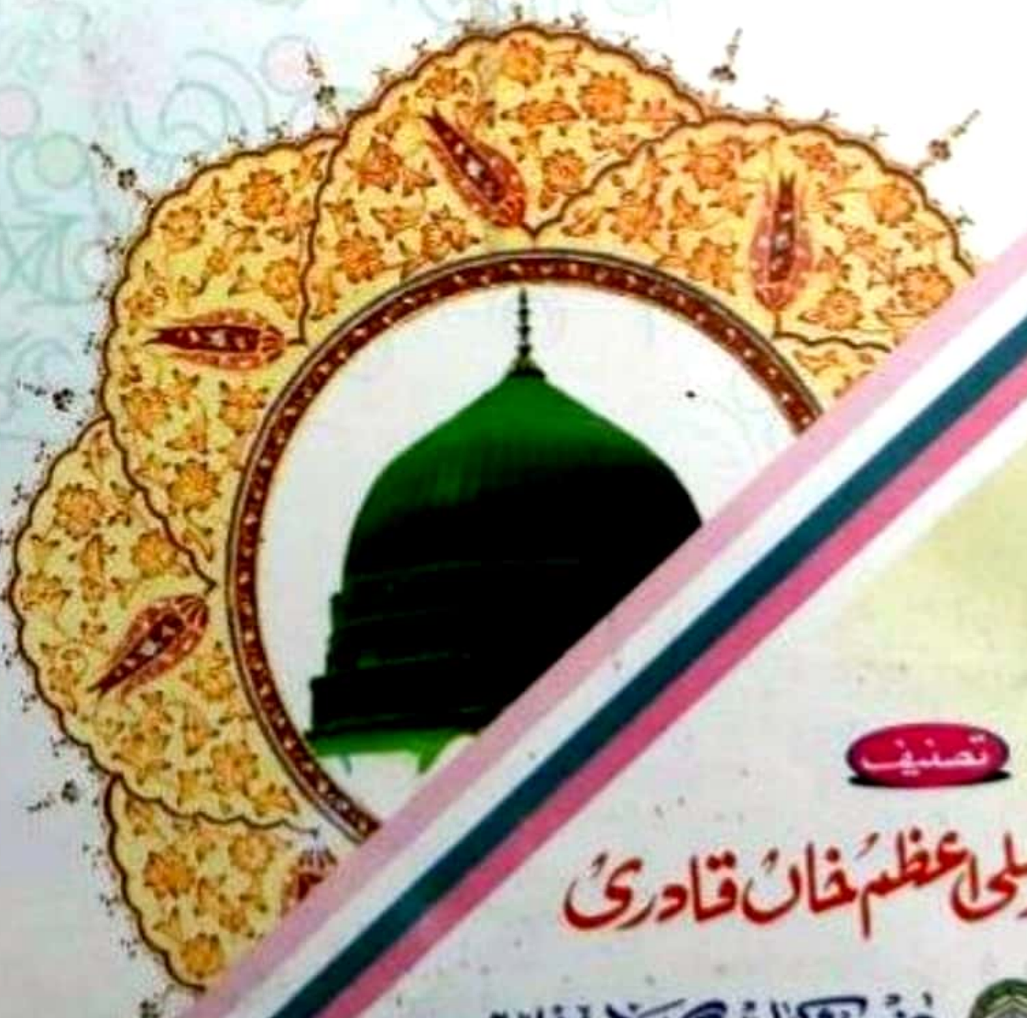

تصنیف

محمد علی اعظم خان قادری

رضوی کتاب گھر دہلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حیات و کارنامے

سید سلیمان اشرف بہاری

تصنیف

محمد علی اعظم خان قادری

رضوی کتاب گھر دہلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الحسن، ماشور، ملا رشاد، المشہد، مدارج کے مصنف

اور

دنیائے سنیت کے عظیم ادیب وخطیب

سید سلیمان اشرف بہاری

حیات وکارنامے

تصنیف

محمد علی اعظم خان قادری

رضوی کتاب گھر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ISBN- 01- 89201- 35- 5

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کوئی صاحب بلا اجازت عکس نہ لیں

کتاب	:	سید سلیمان اشرف بہاری
مصنف	:	محمد علی اعظم خاں قادری
ناشر	:	رضوی کتاب گھر، دہلی
باہتمام	:	(حافظ) محمد قمر الدین رضوی
سال اشاعت	:	۲۰۰۸ء
اشاعت اول	:	نومبر ۱۹۹۲ء
ناشر	:	مدرسہ شرف العلوم کولکاتا
تعداد	:	۱۱۰۰
صفحات	:	۸۰
قیمت	:	۳۰

مہاراشٹر میں اہل سنت کا مرکزی کتب خانہ

رضوی کتاب گھر رجسٹرڈ

۱۱۳ نعیم نگر بھیونڈی ۴۲۱۳۰۲ ضلع تھانہ مہاراشٹر فون: 220609

رضوی کتاب گھر رجسٹرڈ

کمپلیکس ... بھیونڈی ضلع مہاراشٹر فون: 9823625741

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتساب

اپنے والد ماجد جناب

عبدالرزاق خاں قادری

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے مجھے کسی لائق بنایا

محمد علی اعظم خان قادری

ناظم اعلیٰ مدرسہ شرف العلوم غریب نواز کوکاتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تمہید اکابرین — از حضرت علامہ سید کمال الدین اشرفی	۵
۲	کچھ مصنف کے بارے میں — از مولانا کمال الدین احمد	۹
۳	افتتاحیہ — مصنف	۱۹
۴	علامہ سید سلیمان اشرف بہاری کی حالات پیدائش و تعلیم و تربیت	۲۶
۵	اساتذہ سے محبت	۲۷
۶	امام اہل سنت سے عقیدت	۲۸
۷	حلیہ مبارک	۳۱
۸	عادت شریفہ	۳۱
۹	مسلم یونیورسٹی میں آپ کا تقرر	۳۳
۱۰	خودداری طبیعت عزم و استقلال	۴۰
۱۱	خطابت	۴۳
۱۲	بریلی شریف میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ	۴۶
۱۳	سید سلیمان اشرف بہاری کی جمعیۃ العلماء بریلی کے جلسے میں تقریر	۴۸
۱۴	آپ کی تقریر پر عبد الماجد دریابادی کا تبصرہ	۴۸
۱۵	آپ کی تقریر پر صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کا تبصرہ	۵۳
۱۶	اجمیر شریف میں آپ کی تقریر	۵۵
۱۷	الٰہ آباد کے ... کے جلسے میں مسئلہ ... پر تقریر	۵۶
۱۸	مارہرہ شریف میں آپ کی تقریر	۵۷
۱۹	تصنیف و تالیف	۵۹
۲۰	آپ کی ... تصنیف المبین کے متعلق ڈاکٹر اقبال کی رائے	۶۲
۲۱	... کی رائے	۶۵
۲۲	آپ کی دیگر تصنیفات	۶۶
۲۳	... کا ... آپ کا عزم مستحکم	۶۸
۲۴	تبلیغ و ہدایت	۶۹
۲۵	آپ کے کمالات	۷۰
۲۶	آپ کی اپنے بھائی سے محبت	۷۲
۲۷	مرض و علالت	۷۵
۲۸	تاریخ وصال	۷۷

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نگاہِ اولین

حضرت علامہ سید رکن الدین اصدق صاحب بانی مدرسہ اصدقیہ مخدوم عرف

فخر العلماء حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ شہر بہار کی نسبت سے بہاری نہیں بلکہ بہار شریف کی نسبت سے بہاری لکھے جاتے ہیں۔ آپ محلہ میر داد بہار شریف کے رہنے والے تھے جہاں آج بھی آپ کی عظیم الشان حویلی "اشرف منزل" آپ کے امیرانہ کروفر کی یاد تازہ کر رہی ہے۔ آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ عظیم المرتبت عالم ربانی حضرت مولانا حافظ و قاری شاہ نور محمد اصدق الچشتی قدس سرہ کے جلیل تلامذہ و مریدین میں سے تھے۔ آپ بہار کے رہنے والے اور سند نشین قطب عالم حضرت سیدنا مخدوم شاہ قیام اصدق چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست بیعت اور خرقہ خلافت پائے تھے۔

پیر و مرشد کے قرب کی نیت سے دہلی کو خیر باد کہہ کر بہار شریف آ گئے تھے اور محلہ میر داد میں مقیم تھے اور جب یہ دوری بھی گوارا نہ ہوئی تو آستانہ شیخ کے قریب بیگم پور شریف آ گئے اور یہیں اصدقی جوار بن کر تیس سال گزار دیا اور پیر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

آپ کے قیام بہار شریف کے زمانے میں حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کے والد ماجد حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور اپنے سعادت مند بیٹے کو آپ کے حلقہ درس میں داخل کیا۔ حضرت علامہ بہاری حضور تک آپ کے درس میں رہے اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آگے چل کر اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کیے گئے۔ حضرت علامہ بہاری کے علمی کارناموں کے تذکرے سے اصدقی خانوادوں کے ساتھ گہری وابستگی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے چرچے اور آستانہ چشتی کے ساتھ ان کی والہانہ عقیدت کے قصے اپنے خاندان اور بزرگوں سے بارہا سنا تھا۔ میرے حقیقی چچا حضرت حکیم سید شاہ قدیرالدین احمد اشرفی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ایک بار قیام لکھنؤ کے زمانے میں طبیہ کالج کی ضرورت سے میں علی گڑھ پہونچا۔ قیام کی سہولت اور کام کی آسانی کا خیال کر کے حضرت مولانا سید سلیمان اشرف اشرفی البہاری علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا ——— دستک دینے پر ملازم باہر آیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے کہا لکھنؤ سے۔ وہ اندر گیا اور پھر باہر آکر بولا کہ وقت ہو چکا ہے آفس میں ملاقات کیجئے۔ میں نے کہا بہت اچھا اور کاغذ کی چٹ پر لکھ کر دے دیا "قدیرالدین اشرفی پیر بیگھہ شریف" چچا مرحوم فرماتے تھے کہ ابھی میں برآمدے کے زینے سے اترا ہی تھا کہ حضرت برہنہ سر و پا گھر سے باہر آ گئے اور میرا ہاتھ تھام کر فرمایا۔ بابو صاحب! میں معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے سمجھا کہ کوئی حاجتمند ہوگا اس لئے آفس کا راستہ بتا دیا۔ ضرورتمند لوگ آتے ہی رہتے ہیں۔ آپ تو میرے آقا زادوں میں ہیں۔ کاش! آپ نے لکھنؤ کی بجائے پہلے ہی پیر بیگھہ شریف بتا دیا ہوتا ——— اس کے بعد مجھے اندر لے گئے اور بڑی پذیرائی فرمائی۔ چند دنوں تک میں آپ کا مہمان رہا۔

یوں تو حضرت مولانا بہاری کی اپنی ذات کے پندار علم اور شان خودداری کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے امراء اور حکام جب ان کے یہاں تشریف لاتے تو سامنے رکھی ہوئی کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرماتے اور خود اپنی جگہ سے ہلنا تو درکنار ذرا سی حرکت بھی نہ فرماتے مگر کم و بیش ہمارے گاؤں تک آتے اور ہمارے پیرزادوں کے سامنے ادب و احترام سے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ——— آج کی نشست میں جناب کی ایک ایسی کتاب کا تعارف پیش کرنے کے لئے قلم اٹھایا ہے جو انہی کی حیات اسعد صاحب نے لکھی ہے۔

مولانا سید سلیمان اشرف خاں قادری سوانح الحاج سید اسلام الدین کا ذکر و سلسلہ

https://ataunnabi.blogspot.com/

بحر العلوم حضرت مولانا سید سلیمان اشرف اسدقی البہاری علیہ الرحمہ سے ملتا ہے اور نہ آپ ہی ان کے خاندان و وطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب کے پیچھے مرتب کا جو اصل جذبہ کار فرما ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایسی جامع اور ہمہ گیر شخصیت جس کا فیضان علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تعلق سے پورے ملک کو محیط ہے اور جس کے علمی اور جماعتی کارناموں کے سبب آج تک سواد اعظم اہل سنت کی کلاہ افتخار اونچی ہے اور جس کی سحر بیانی اور قادر الکلامی کے آگے غیروں کا ناطقہ سربگریباں تھا اس کی حیات اور خدمات سے دنیا کو پورے طور پر روشناس نہیں کرایا گیا۔ اپنے اکابر کی حیات و خدمات سے موجودہ اور آئندہ نسلوں کو متعارف کرانا اہل سنت کے قلم کاروں کی جماعتی ذمہ داری ہے مولانا محمد علی اعظم خاں نے اپنی اسی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے

ملک العلماء حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین رضوی البہاری اور بحر العلوم حضرت مولانا سید سلیمان اشرف اسدقی البہاری صوبۂ بہار کی یہ دو ایسی قد آور شخصیت ہیں جو کسی بھی علمی محاذ سے اپنے تمام معاصرین پر تفوق رکھتی تھیں اور جن کا علمی تبحر با اختیار بھی محسوس کرتے تھے۔ ملفوظوں کی دنیا میں ان کے فنی کمال کا سکہ چل رہا تھا ——— الملہم کے اندر تمام مذاہب کے ناقدوں کی موجودگی میں گاؤکشی کے مسئلہ پر پوری شان سے حضرت علامہ بہاری کا تاریخ ساز رسالہ اس کا کھلا ثبوت ہے

پٹنہ ٹریننگ اسکول کی مسجد میں اوقات الصلوٰۃ کے موضوع پر غیر مقلدین کے پیشوائے اعظم مولوی عبد الخبیر صادق پوری سے حضرت فاضل بہاری کا علمی مباحثہ اب تک لوگوں کو یاد ہے۔ آپ کی طلاقت لسانی کے آگے کہاں مولوی عبد الخبیر ——— نے سپر ڈال دیا تھا ——— یہ دونوں حضرات جنگ سے پہلے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے زندگی بھی انھیں محدود کی تھی اس لئے ملی خدمت سے بے نیاز ہو کر تصنیف و تالیف کی طرف خدمات انجام دیتے رہے تھے مگر نہ جانے کیوں ان دونوں ہی کی خدمات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے پہلو تہی برتی گئی اور ان کی زرین خدمات پر گمنامی کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔
قابل صد مبارکباد اور لائق صد ستائش ہیں مولانا محمد علی اعظم خان قادری جنہوں نے اپنی بساط اور معلومات کے مطابق بحر العلوم حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت کے تعارف کا بیڑہ اٹھایا ہے اور مختلف مضامین و مقالات سے اخذ کرکے یہ گلدستہ آپ تک پہونچانے کی سعی کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد آپ بہت حد تک اپنے ایک عظیم دینی رہنما کو جان سکیں گے۔

سید شاہ محمد حسن الدین احمد حقانی
مہتمم مدرسہ اسلامیہ مخدوم اشرف بہار شریف
۵ محرم الحرام سنہ ۱۴۲۳ھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کچھ مصنف کے بارے میں

از حضرت مولانا صلاح الدین شاہد پکھری

زیر نظر تصنیف "سید سلیمان اشرف بہاری" مصنف کا خود ہی ایک تحفہ اور ان کی خصوصیت کا ترجمان ہے۔ اس کے باوجود مصنف کا مختصر سوانحی خاکہ قارئین کرام کی نذر ہے۔

تصنیف ہذا کے مصنف کا نام محمد علی اعظم ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالرزاق خاں ہے۔ آپ صوبۂ بہار جیسی ایک سے ایک نادر ادیب، شاعر، محقق، مصنف، ناقد اور دانشور کو جنم دیا۔ اسی زرخیز صوبہ کے ضلع چھپرہ [illegible] پوسٹ [illegible] میں [illegible] مطابق [illegible] کو پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد ایک صوفی صفت انسان ہیں۔ حضرت صوفی عبدالغفور تیغی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ بہت دنوں تک آپ کو کوئی اولاد نہ ہوا تو آپ نے اپنے پیر و مرشد سے دعا کی درخواست کی۔ پیر و مرشد کی دعا اپنے مرید خاص کے حق میں رنگ لائی اور مصنف موصوف کا تولد ہوا۔ موصوف کے آنے سے چند روز قبل حضرت صوفی عبدالغفور تیغی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد گرامی کو خبر دی کہ چند روز بعد تمہیں ایک لڑکا نصیب ہونے والا ہے جس کا نام محمد علی اعظم رکھنا۔ آپ کے والد گرامی نے اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق آپ کو محمد علی اعظم کہنا شروع کیا اور یہی مستقل نام ہو گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اب چونکہ آپ کو مدرسے سے دینی تعلیم کی سند حاصل ہے اور خاندان بہاری سے تعلق رکھتے ہیں پھر حضرت صوفی شاہ محمد اسمٰعیل رضوی قادری اورنگ آبادی (خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) سے شرف بیعت حاصل ہے۔ اس لئے آپ ہر جگہ مولانا محمد علی اعظم خان قادری کے نام سے متعارف ہیں۔

حصول تعلیم

موصوف نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف میں حاصل کیا پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے کلکتہ تشریف لائے۔ یہاں مدرسہ عالیہ میں داخلہ لیا۔ کچھ دنوں یہاں رہے اسی درمیان کچھ ناسازگار حالات کے تحت سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد حالات سازگار ہونے تو مدرسہ شمس العلوم کلکتہ میں داخلہ لیا اور فراغت تک یہیں رہے۔ شمس العلوم کی سند کے علاوہ موصوف نے جامعہ علیگڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کی سندیں بھی حاصل کیں اور مغربی بنگال سکنڈری بورڈ سے دوبار میٹرک کے لئے فارم فلپ کیا اور ٹیسٹ میں کامیابی بھی حاصل کی لیکن دونوں دفعہ فائنل کا فارم فلپ کر کے ناسازگاری حالات کی وجہ سے شریک امتحان نہ ہو سکے۔ پہلی بار والدہ کی طبیعت خراب ہونے کی بنا پر وطن جانا پڑا دوسری بار بھی اسی قسم کا کوئی مرحلہ سامنے آگیا۔ حصول تعلیم سے فراغت کے بعد بھی مولانا نے کلکتہ کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ مادر علمی نے جو تصنیف و تالیف کا درس دیا تھا اور ان کی علمی انگلیوں کو ایک اچھا قلم تھما دیا تھا اس کی مشاقی اور قلم کی روانی کے لئے موصوف نے کلکتہ ہی کی علمی ادبی فضا کو منتخب کیا۔ اور مسلسل کچھ نہ کچھ لکھتے رہے کبھی رسائل و جرائد کے لئے مضامین و مقالات تو کبھی اخباروں کے لئے اداریات و مراسلات اور پھر جیسے ہی لکھنے کی صلاحیت جوانی کے عالم میں پہونچی تصنیف و تالیف کیلئے بھی کمربستہ ہو گئے۔ اس طرح موصوف نے اپنے بوجھل قلم میں نہ کوئی زنگ لگنے دیا نہ کبھی اس کو تھکاوٹ کا شکار ہونے دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نکاح

مولانا کے والدین دورانِ تعلیم ہی آپ کا نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن مولانا کی قطعی خواہش نہیں تھی کہ ابھی نکاح ہو پھر بھی والدین کی بے پناہ خواہشوں اور اصرارِ بسیار کے آگے جھکنا پڑا اور اپنے ہی وطن میں جناب محمد سلیم خان صاحب کی صاحبزادی فیروزہ خاتون کے ساتھ ۸ محرم ۱۹۸۱ء میں آپ کا نکاح کر دیا گیا۔

ذریعہ معاش

مسائلِ زندگی میں معاش کا مسئلہ ایک بہت ہی ٹیڑھا اور اہم مسئلہ ہے ہر شخص کو اس کی گتھی سلجھانی پڑتی ہے گرچہ بعض اوقات انسان ان گتھیوں کو سلجھانے میں خود الجھ کے رہ جاتا ہے اور اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا جنازہ اسے خود اٹھانا پڑتا ہے لیکن ایسے میں یقیناً لائقِ صد آفرین ہیں جو اس مسئلہ کے حل کے ساتھ ساتھ اپنی دیگر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ مولانا بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنا ذریعہ معاش درس و تدریس کو بنایا مختلف جگہوں پہ آپ نے یہ فرائض انجام دیئے۔ تقریباً ۹ سال سے کلکتہ ٹنگرا [illegible] مسجد نمبر ۱۳۷/۱ اچاریہ جگدیش چندر بوس روڈ کلکتہ ۱۴ میں بھی منصب امامت و خطابت پہ فائز رہے مسجد کی ملازمت کے دوران ۵؍ اکتوبر ۱۹۸۹ء کو ساؤتھ کلکتہ ۳۹ میں اہلِ محلہ کے تعاون سے مدرسہ شرف العلوم غریب نواز قائم کیا اور اسی وقت سے بحیثیت ناظم اعلیٰ خدمت کر رہے ہیں۔ یہ مدرسہ سلطان المحققین شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یاد میں ہے جس کی بنیاد خلوص و محبت اور دینی خدمات کے جذبے سے پڑی ہے یہی وجہ ہے کہ آج یہ مدرسہ تیزی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ مولانا نے اس کا افتتاح تنہا الف زبر آ، بے زبر بَ سے کیا لیکن بحمدہ تعالیٰ آج یہ مدرسہ اپنی جگہ پوری [illegible] جامعہ جیسی بن رہا ہے اور عربی، اردو، انگلش، ہندی [illegible] عصری تعلیم سے بھی لڑکوں کو آراستہ کر رہا ہے۔ جہانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے [illegible] ابھی انتظام مدرسہ کے ذمہ ہے۔ اگر ایسے ہی خلوص اور دینی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جذبات ہمیشہ سے رہے ان شاء اللہ عزوجل مستقبل قریب میں ہی شرف الکلام کو مجلہ اور ادارہ کا شرف حاصل ہوگا۔

مولانا ایک اچھے جادو بیاں مقرر بھی ہیں ــــ ماشاء اللہ بڑی ہی پرزور اور عالمانہ تقریر فرماتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کی تقریری میدان میں کافی مقبولیت ہوگئی ہے۔ اور ملک کے ہر حصے میں آپ کو تقریر کیلئے مدعو کیا جاتا ہے۔

اخلاق و عادات

میری پہلی ملاقات مولانا سے جمعیت کے میدان میں ہوئی لیکن مولانا کے اخلاق نے بہت جلد مجھے اس میدان سے نکال کر محبت، اخوت اور بھائی چارے کے ایسے ماحول میں لا کھڑا کیا جہاں جمعیت علماء کی کوئی چیز موجود نہ تھی بلکہ برسوں کی شناسائی کا گمان ہوتا تھا۔ پھر ہم دونوں ایک ہو کر رہنے لگے۔ کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا کہ کیا مولانا کو زمانہ کی ہوا نہیں لگی کہ پہلی ہی ملاقات میں انہوں نے مجھ کو اتنا قریب کر لیا؟ لیکن معلوم ہوا کہ ایسی بات نہیں ہے۔ بارہا آپ کو دوستوں کے بھیس میں دشمنوں سے واسطہ پڑا ہے لیکن اس سے آپ کی خوش خلقی ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ سب کو نفع کرتے رہے۔ اور آپ سے ملنے والا ہر شخص اپنے آپ کے بارے میں یہی سوچتا رہا کہ مولانا مجھ سے ہی سب سے زیادہ خلوص اور قریب سے ملتے ہیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں مولانا کے حسن اخلاق اور خلوص و محبت کا فیض بزرگوں کی خانقاہوں کی طرح بلا امتیاز سب کے لئے عام ہے۔ اور یہی چیز ان کی مقبولیت (ترقی) کا سبب ہے ــــ خود نمائی کا آپ کے یہاں شائبہ تک نہیں۔ اسی طرح میں بھی ان کی سادگی، تصنع اور بناوٹ سے دور کا بھی واسطہ کہیں نہیں ہے۔ جس کے سبب ان کی طرف دوست سے کبھی دھوکہ یا چالاکی نہیں ہوا۔ دل کی گہرائیوں سے سب کا خیال رکھتے ہیں۔

علماء کی صحبت

مولانا کو بچپن ہی سے علمائے کرام سے گہری عقیدت تھی اور قسمت سے اجلہ علمائے کرام کی صحبت بھی حاصل رہی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا موصوف کو ہمیشہ موقع بھی ملتا رہا۔ خاص کر مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے بہت ہی زیادہ قریب رہے۔ اور ان کی تعلیمات و فیضان صحبت اور نیک دعاؤں سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ آج بھی اپنے علماء کی قدر موصوف کے دل میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

پاسبان ملت علیہ الرحمہ نے مولانا کی صلاحیت، سرگرمی اور خدمت دین کے جذبہ کو دیکھ کر آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت شاخ مغربی بنگال کا امیر جماعت بھی بنا دیا تھا۔ ملک کے دونوں بزرگوں نے مولانا موصوف کو اپنے قریب ترین عزیزوں میں سمجھا اور آپ کے دل کو شفقتوں کی برسات فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف آج تیزی سے ہر طرف پھلتے پھولتے نظر آرہے ہیں۔

اولیائے عظام سے عقیدت

موصوف اولیائے عظام علیہم الرحمہ اور مزاروں سے بھی بہت ہی گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ ہمیشہ بزرگوں کے مزارات پر انوار کی زیارت اور وہاں نذرانۂ عقیدت پیش کرنا مولانا کا معمول بنا ہوا ہے۔ دوسروں کو بھی اولیائے کرام کی بارگاہ میں نیاز مندی پیش کرنے اور فیضان حاصل کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں اولیاء کرام کے حالات و تعلیمات پر مشتمل ہیں جن سے اولیاء کرام سے مولانا کی عقیدت تراوش کرتی ہے۔

تنظیمی سرگرمیاں

مولانا کے ہمدرد سینہ میں ہمیشہ تنظیمی خدمات اور کسی تنظیم سے منسلک رہ کر قومی خدمات کرنے کا جذبہ موجزن رہا ہے۔ لہٰذا کافی دنوں تک موصوف نے پاسبان ملت علیہ الرحمہ کی حمایت کرتے تنظیم آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کی خدمات کی اور دور دور تک اس کی شہرت کرائی۔ ممبروں کی بھی خاصی تعداد بڑھائی اور کئی مشترکہ کوششوں سے بہت سارے کارہائے نمایاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انجام دیئے۔ خاص کر ۱۹۸۷ء اور ۱۹۸۸ء میں دو روزہ تاریخی آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کانفرنس کروائی جس میں تقریباً تمام مقامی علماء کے علاوہ ملک کے چوٹی کے علماء، شعراء اور دانشور حضرات نے شرکت کی تھی۔ اس جلسے کا عوامی ذہن پر اچھا اثر پڑا۔ بہت سارے بد مذہبوں کے اسلام و سنیت سے متعلق شکوک و شبہات دور ہو گئے لیکن بدقسمتی سے دوسری بہت سی تنظیموں کی طرح آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت مغربی بنگال کا بھی شیرازہ بکھر گیا اور یہ تنظیم بھی نقطۂ زوال پہ پہنچ گئی —— مگر مولانا کا تنظیمی جذبہ جوان ہی رہا اس میں ضعف کی کوئی علامت نہیں دیکھی گئی۔ فوراً ہی اپنے معاونین کی بے وفائی کی شکایت کے بغیر طلباء اور نوجوانوں کی سرگرم تنظیم کل ہند مجلس طلبائے اسلام (ایم ٹی آئی) سے منسلک ہو گئے۔ یہاں مولانا کو ان کی گزشتہ کارکردگیوں کا جائزہ لے کر مغربی بنگال صوبائی سطح کا صدر بنا دیا گیا۔ آج تک اسکی ذمہ داری آپ ہی کے ذمہ ہے۔ موصوف اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے مجلس کو عروج کی طرف لے جانے کی ہر ممکن کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا اس تنظیم کو صحت اور طول عمری کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

تصنیفات

مولانا کی پہلی تصنیف "تجلیات شرف" ہے جو مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح حیات ہے۔ اس تصنیف نے مولانا کو کافی شہرت و مقبولیت دی اور عوام و خواص خصوصاً اہل علم حضرات کے علاوہ بھی یہ تصنیف کافی سراہی گئی۔ اس پہ تبصرہ کرتے ہوئے جناب کمال احمد (ڈپٹی انجینیر آل انڈیا ریڈیو دہلی) مدیر ماہنامہ "مخدوم جہاں" دہلی "مخدوم جہاں" کے نومبر، دسمبر ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں لکھتے ہیں:-

مولانا محمد علی اعظم خان صاحب کو حضرت مخدوم جہاں سے والہانہ عقیدت و محبت ہے انھوں نے اس کتاب میں مختصراً سب کچھ مواد فراہم کر دیا ہے جس کی مدد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہایت جاذبِ نظر ہے۔ مصنف نے حضرت مخدوم جہاں کی تصانیف کا براہ
عرکیا ہے اور ان پر لکھی گئی کتابیں مثلاً تاریخ سلسلۂ فردوسیہ اور سیرت الشرف
مدد لی ہے جس سے مصنف کے علمی ذوق و شوق اور مرتبے کا پتہ چلتا ہے۔ او
سے جذباتی تعلق اور عشق نے مولانا موصوف کو اپنے ہم عصروں میں ایک نمایاں
کر دیا ہے۔ جس کی جھلک زیر نظر تصنیف میں دیکھی جا سکتی ہے۔ طالبانِ مخدوم
شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے لئے یہ ایک بیش بہا تحفہ ہے جس کی پذیرائی
۔ خدا مصنف کے حوصلے کو اور بلند کرے کہ ابھی ان سے مزید اچھی تصنیفات کی تو

مولانا آرزو اشرفی گیاوی "تجلیات شرف" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں
"ہمارے فاضل گرامی مولانا محمد علی اعظم خاں قادری رضوی مبارکباد کے مستحق
وں نے بڑی کاوش، تلاش و جستجو اور عرق ریزی سے زیر نظر کتاب "تجلیاتِ شر
کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کتاب میں سرکار مخدوم الملک رضی اللہ
کے حالات، کشف و کرامات اور ان کی نورانی تعلیمات کے جواہر پارے بڑی دید
جود کئے گئے ہیں۔ اور اس کے اوراق جس قسم کے گلہائے مضامین سے آراستہ
نہ عصری تقاضے کو پورا کرتے ہوئے خواص و عوام کو دعوت مطالعہ دیتے ہیں۔"
پیر طریقت حضرت مولانا سید رکن الدین اصدق صاحب مہتمم مدرسہ اصدقیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ عقیدت مندانہ عزم اور حوصلہ اور مذہبی شعور وجذبہ قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے ——— ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب نفع خلق کا باعث بنے گی۔

مولانا کی دوسری کتاب "روشنی کے مینار" حصہ اول ہے۔ اس میں چند ایسے اولیائے کرام سے متعلق مضامین ہیں جن سے عوام تو عوام بہتیرے خواص بھی ناواقف تھے، اور بعض مشہور آفاقی شخصیت کے کچھ حالات و کوائف بیان کئے گئے ہیں۔ پہلی تصنیف کی طرح اس کتاب کی بھی کافی پذیرائی ہوئی۔ اور مصنف کو داد و تحسین سے نوازا گیا۔

مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر حسن رضا خان پروفیسر ادارہ تحقیقات عربی و فارسی، پٹنہ اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

پیش نظر کتاب "روشنی کے مینار" بظاہر چند شخصیتوں کا مختصر سا خاکہ ہے مگر اپنی اثر پذیری اور ہمہ گیری کے اعتبار سے مینارۂ ہدایت ہے، اور اپنی انفرادیت کے اعتبار سے ایک لاجواب مرقع بن گیا ہے:

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف اس کتاب میں متنوع مضامین کے عناوین کو گنانے کے بعد یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

"مذکورہ بالا عناوین پر تحقیقی مواد پیش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے مگر مولانا محمد علی اعظم خان قادری صاحب نے اپنی انتھک کاوشوں سے اس راہ میں ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ جو بھی تحقیق کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ تحقیق کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے اور کاروان تحقیق کی کوئی منزل آخر نہیں ہوتی ہے۔ ہر منزل جدید تحقیق کی شاہراہیں کھولتی ہے اور ہر منزل دوسری منزل کے لئے نقطۂ آغاز بنتی جاتی ہے۔ پھر بھی کسی پہلو کی طرف اشارہ کرنے سے اہل ذوق و شوق کے لئے مہمیز بن جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ کتاب علمی، ادبی اور تحقیقی مضامین کا ایک گنج گراں مایہ ہے۔"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس طرح مولانا موصوف کی ہر تصنیف قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ اور مجھے امید ہے کہ زیر نظر تصنیف "سید سلیمان اشرف بہاری" کو بھی ایک بیش بہا تحفہ سمجھ کر قبول کیا جائے گا ـــــ اس کی فنی خوبی اور خامی کے پرکھنے کی صلاحیت تو میرے اندر نہیں ہے لیکن اساتذہ کرام اور پیر و مرشد فیضان اعلیٰ حضرت آبروئے سنیت مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی (جن کی نگاہ عنایت نے ذرۂ ناچیز کو نادر بنا دیا) کی شفقتوں اور نوازشوں کا ثمرہ ہے کہ کچھ پڑھ لکھ لیتا ہوں۔ وہ بھی مولانا موصوف کی تصنیفات کو تو با آسانی پڑھ لیتا ہوں اور کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ کیوں کہ مولانا نے مجھ جیسے کم علموں کا پورا خیال کیا ہے اور اپنے وضع قطع میں سادگی کے ساتھ اپنی طرز تحریر میں بھی سادگی کو جگہ دی ہے۔ اور یہی سادگی ان تصنیفات کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے کیونکہ ؎ "سادگی بھی تو قیامت کی ادا رکھتی ہے"

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اس کی اہمیت و افادیت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو جاتی ہے ـــــ موصوف نے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی کے تقریباً ہر شعبہ پہ کچھ نہ کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح یہ کتاب مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی حیات اور کارناموں پہ مشتمل ہے۔ جس کی موصوف نے انتہائی کدوکاوش اور تحقیق و تفتیش کے بعد تصنیف کی ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا نے سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی سوانح حیات لکھ کر بہت بڑا کام کیا ہے۔ کیوں کہ اس قسم کی کتاب سید صاحب علیہ الرحمہ پر شاید اب تک نہیں لکھی گئی۔ جبکہ بہت پہلے لکھی جانی چاہیئے کیونکہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی شخصیت مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے جس سے بے شمار بھٹکے ہوؤں کو روشنی ملتی ہے۔

لیکن یہ سہرا مولانا کے سر کا تھا اس لئے اللہ رب العزت نے ان سے یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہم کام یہ کہ ان کو سامنے مسلم امتہ کو بالا کر دیا اور اس لائق بنا دیا کہ اب یہ اپنے آپ پہ کچھ ہے
شمار کر سکتے ہیں کہ ۔۔

سوچ رہا ہوں زندگی کی دوستی چھوڑ جاؤں گا
تم غضب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

صلاح الدین نادم
(پکریوی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اِفتتاحیہ

صوبہ بہار علمی، ادبی، تہذیبی اور ثقافتی میدان میں اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ شروع ہی سے یہاں بڑی بڑی نامور اہم شخصیتیں جنم لیتی رہی ہیں۔ اس کثیر الاضلاع صوبہ کو ترقی کی سمت بڑھنے میں ہر جانب سے مدد ملی کیونکہ تقریب[اً] اس کے ہر شہر، ہر ضلع میں کسی نہ کسی ایسی شخصیت کا وجود ہوا جس نے اپنے وطن مالوف کے عظیم گلشن کو سجانے اور نکھارنے میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا — گرچہ یہ صوبہ مختلف المذاہب لوگوں کا مسکن ہے لیکن اس کے باوجود اس کے ماضی کا اتحاد قابلِ رشک ہے۔ اور در حقیقت بہار کو پُر بہار بنانے میں اسی اتحاد کا ہاتھ ہے۔ اور اس اتحاد کے بحال کرنے کے پس پشت علماء کرام اور صوفیائے عظام کی تعلیمی خدمات اور روحانی فیوض و برکات کارفرما ہیں۔ جیسا کہ بہار کی تاریخ گواہ ہے کہ شروع میں یہاں دور دراز سے پہاڑوں، جنگلوں اور لق و دق میدانوں کے سینوں کو چیرتی ہوئی صوفیائے کرام کی متبرک جماعت آتی رہی اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ ایک دل کو دوسرے دل سے جوڑنے کا کام انجام دینے میں مشغول رہی۔ اس لئے بہار کو ترقی دلانے میں صوفیائے کرام کے جو خدمات ہیں انہیں بھلایا نہیں جاسکتا۔ خاص کر اس گلہائے رنگ [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شخصیتوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اس سرزمین پہ صوفیاء، علماء، خصوصاً کی خاصی جماعت موجود رہی ہے اور دلوں کو جوڑنے اور تبلیغ و تلقین کے ذریعہ انسانی ذہن کو انسانیت سے آراستہ و پیراستہ کر کے مقصد حیات سے روشناس کرانے میں سرگرم عمل رہی۔

بہار شریف

بہار شریف یوں تو ہمیشہ گہوارۂ اولیاء عظام و علمائے اسلام رہا ہے لیکن اس کی شہرت عالم اسلام کے جلیل القدر صوفی بزرگ مخدوم جہاں سلطان المحققین شیخ الاسلام والمسلمین شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری ثم بہاری رضی اللہ عنہ کے وقت سے ہوئی۔ آپ ۶۲ برس تک اس سرزمین پہ ظاہری رشد و ہدایت، تبلیغ و تلقین فرماتے رہے اور آج بھی پردہ فرمانے کے تقریباً سات سو سال گزر جانے کے باوجود خلق خدا کو اپنی روحانیت سے فیضیاب فرما رہے ہیں جس کا ثبوت مزار اقدس پہ امنڈتا ہوا انسانی سیلاب ہے۔

مخدوم الملک علیہ الرحمہ والرضوان کے علاوہ گذشتہ آٹھ سو برسوں میں اس معدن اولیاء شہر بہار شریف میں ایک سے ایک باکمال اکابر اولیاء عظام اور علمائے اسلام جلوہ افروز ہوئے اور اپنے تبلیغی مشن میں بڑے سے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے لیکن یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم نے اپنے اکثر روحانی پیشوا کو بھلا دیا ہے جبکہ اگر ان کی شخصیات اور کارناموں پہ کام کیا جاتا تو ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی تھیں۔ چند اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کے متعلق مجھے پرانی کتابوں سے کچھ معلومات حاصل ہوئے ہیں ان کے مختصر حالات لکھنے کی سعادت کی ہے۔

اس واسطے چھیڑا ہے پرکھوں کا افسانہ
شاید ترے کانوں میں پیغام عمل جائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت مخدوم چرم پوش تیغ برہنہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم احمد چرم پوش علیہ الرحمہ، مخدوم جہاں رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ حسینی سید ہیں۔ آپ شہر ہمدان کے رہنے والے تھے جو ایران کا مشہور شہر ہے۔ آپ کی پیدائش ۶۱۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد نے جب بادشاہی ترک کر کے درویشی اختیار کی تو آپ تخت نشین ہوئے۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ کا دل بھی اچاٹ ہو گیا اور فقر و درویشی کی طرف رغبت بڑھی۔ لہٰذا آپ نے بھی تخت شاہی کو ٹھوکر مار کر درویشی اختیار کر لی۔ اور تبت، ملتان کی سیاحت فرماتے ہوئے سیوان (بہار) تشریف لائے۔ وہاں ایک بزرگ حسن بہاری رحمۃ اللہ علیہ مدت دراز سے آپ کے منتظر تھے کہ حضرت تشریف لائیں گے تو مرید ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے انھیں بیعت کیا اور ان سے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلے جو دنبہ ذبح کیا گیا تھا اس کا چمڑا آپ کے پاس ہے لہٰذا اس میں سے مجھے بھی دیا جائے۔ انھوں نے آپ کو دیا۔ آپ نے اسے لے کر گردن میں ڈال دیا اور اسی وقت سے چرم پوش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہاں سے آپ بہار شریف تشریف لائے اور رشد و ہدایت، تبلیغ و تلقین میں لگے رہے اور بے شمار خلق خدا کو فیض یاب فرمانے کے بعد ۶۶۹ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ صوبہ بہار میں فارسی کے سب سے پہلے صاحب دیوان صوفی شاعر گزرے ہیں۔ آپ کا مزار ایک محلہ عنبیر (بہار شریف) میں ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سلطان محمد کاظم ہمدانی کا مزار بھی بہار شریف میں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت مخدوم شیخ حسین نوشہ توحید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ معیز الدین بلخی کے صاحبزادے ہیں اور مولانا مظفر بلخی کے بھتیجے۔ آپ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری علیہ الرحمہ کے عزیز مرید و خلیفہ تھے۔ مخدوم الملک آپ پر بے حد شفقت برتتے تھے۔ مولانا مظفر بلخی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد خانقاہ معظم میں مسند سجادگی پر بیٹھے اور چھتیس سال تک لوگوں کو ہدایت اور تبلیغ و تلقین فرماتے رہے۔ بالآخر ۲۲ ذی الحجہ ۸۴۴ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار شریف مخدوم جہاں کے آستانے کے قریب محلہ بہار پور میں ہے۔

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو سلطان محمد تغلق نے سپہ سالار بنا کر بہار بھیجا تھا۔ آپ نے بہار کو فتح کیا اس لئے فاتح بہار کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ یہاں بڑے بہادر اور مجاہد تھے دن میں عبادت گزار اور شب بیدار بزرگ بھی تھے۔ آپ سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ سلطان کے حکم سے آپ دہلی سے مع لشکر مسلسل سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بہار پہنچے اور دشمنوں سے دلیرانہ مقابلہ کیا قلعہ فتح ہو گیا۔ آپ قلعے سے باہر تشریف لا رہے تھے کہ چھپے ہوئے افراد نے آپ پر اچانک حملہ کر کے شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۳ ذی الحجہ ۷۵۳ھ کا ہے۔ آپ کا مزار پاک بہار شریف میں پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت پیر بدرِ عالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ میرٹھ میں قیام پذیر تھے اور رشد و ہدایت کا کام انجام دے رہے تھے کہ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بہار شریف آنے کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق حضرت پیر بدر عالم علیہ الرحمہ بہار شریف تشریف لے آئے۔ مگر آپ کی آمد بہار سے پہلے حضرت مخدوم الملک کا وصال شریف ہو چکا تھا۔ جس کا حضرت بدر عالم علیہ الرحمہ کو بہت افسوس اور غم ہوا۔ حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پہ چلہ کشی کرنے لگے۔ چلہ کشی کے بعد دیگر مقامات کا سفر کیا اور پھر سے مستقل طور سے بہار شریف میں سکونت اختیار کر لی اور خلق خدا کو فیض یاب فرمانے لگے۔

آپ کی شادی سلطان فیروز شاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی جن کے بطن سے چار لڑکے اور ایک لڑکی بی بی ابدال ہوئیں۔ ۲۷ رجب المرجب ۸۴۴ھ کو آپ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مزار پاک محلہ تکیہ کلاں میں واقع ہے۔

حضرت شاہ عطاء اللہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی۔ ظاہری علوم کی فراغت کے بعد آپ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ آپ کے والد نے آپ کو اجازت و خلافت عطا کیا۔ مختلف ممالک کی سیاحت کرتے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت مخدوم الملک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور
شاگرد بہار شریف تشریف لائے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ کا وصال [illegible]
میں ہوا۔ آپ کا مزار آبادی سے کچھ دور پیر شاہ گھاٹ میں واقع ہے۔
آپ ہی کی ذات سے صوبۂ بہار میں سب سے پہلے سلسلۂ قادریہ کی اشاعت
ہوئی۔ آپ کو حضرت نور قطب عالم پنڈوی سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

O

مدینۃ الاولیاء بہار شریف کو اگر یہ کہا جائے کہ شہر اولیاء اور مدینۃ الاولیاء بہار شریف
کہا جا سکتا ہے جتنے اولیائے کرام بہار شریف کی دھرتی پہ آرام فرما ہیں
سرزمین ہند کے کسی خطے میں نہیں۔ فقیہ اعظم مولانا صاحب اشرف بہاری علیہ الرحمہ جو فتاویٰ
عالمگیری کے مرتب ہیں اور جن علمائے کرام کے زیر نگرانی فتاویٰ پر تحقیقی کام ہوا تھا
ان میں مولانا صاحب اشرف بہاری بھی ہیں جو بہار شریف میں پیدا ہوئے اور بہار شریف ہی
میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار [illegible] حضرت نور قطب عالم پنڈوی کے داماد اور
خلیفہ اور حضرت [illegible] اولیاء کے ساتھی کہے جاتے ہیں حضرت [illegible]
[illegible] مزار [illegible] واقع ہے۔ غرض کہ بہار شریف میں ایک ایک
[illegible] لیکن [illegible] بہار شریف کو سب
سے زیادہ شہرت حضرت مخدوم جہاں مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد
یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات [illegible] سے ملی [illegible] اور شہرت
[illegible] ایک سے ایک صاحب علم
[illegible]
[illegible] خانقاہ معظم بہار شریف کی [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک عظیم اہمیت کی حامل تھی۔ آپ صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کی تصنیفات آج بھی خانقاہ معظم بہار شریف میں موجود و محفوظ ہے۔

آپ کی شان اقدس میں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قصیدہ لکھا تھا جو اہل خانقاہ بہار شریف کے پاس محفوظ ہے۔

پٹنہ میں ۱۳۱۸ سن ہجری میں ندوۃ العلماء کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا تھا لیکن اس میں بدمذہبوں کی شمولیت کی بنا پر علمائے اہل سنت نے مخالفت کی تھی اور جلسے کا بائیکاٹ کیا تھا اور مفاسد ندوہ کے خلاف آپ ہی کے چہیتے مرید حضرت مولانا عبد الواحد عظیم آبادی فردوسی نے پٹنہ میں ۱۳۱۸ سن ہجری میں ایک عظیم الشان جلسہ آپ ہی کی صدارت میں منعقد کیا تھا جس میں پانچ سو مشاہیر علمائے اہل سنت شریک ہوئے تھے۔ ان شرکاء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی، بحر العلوم حضرت علامہ ہدایت اللہ رامپوری (استاذ صدر الشریعہ) مولانا امجد علی و سید سلیمان اشرف (بہاری) علامہ عبد الکافی الہ آبادی، علامہ سید فاخر الہ آبادی، علامہ سراج حسین فرزند ہاشمی حضرت سید شاہ عبد الصمد پھپھوندوی (صدر مجلس علمائے اہل سنت) حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی حضرت مولانا سید شاہ عبد الحق اسحٰق چشتی اور حضرت مولانا محب … بدایونی کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔

جلسے میں متفقہ طور پر ندوہ کے مفاسد کا اعلان اس کا رد اور اس کے مقابل اہل سنت و جماعت کی ایک تنظیم کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

مدینۃ الاولیاء بہار شریف بے شمار اولیائے کرام و مشائخ عظام اور پاسبان شریعت علماء و فضلاء کا مسکن ہے جتنے اولیائے کرام و علمائے عظام بہار شریف کی سرزمین پر آرام فرما

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہی صوبہ بہار کے کسی خطے میں ہیں۔

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کو بھی اس مقدس سرزمین پر پیدا ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

اشرف العلماء حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری ایک ممتاز سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام حکیم سید محمد عبید اللہ اصدقی تھا جو ایک درویش صفت بزرگ تھے۔ ریاضت و مجاہدہ اور زہد و قناعت کے پیکر تھے۔ اپنی ساری عمر فقر و درویشی میں گزاری۔

جائے پیدائش مولانا سید سلیمان اشرف بہاری محلہ میر داد بہار شریف ضلع پٹنہ میں ۱۲۸۵ھ کے قریب پیدا ہوئے۔۱؎

تعلیم و تربیت بچپن کی عمر ہی تھی کہ آپ (سید سلیمان اشرف بہاری) کے سر سے والد ماجد کا سایہ اٹھ گیا۔ اس لیے آپ کی پرورش والدہ ماجدہ کے زیر تربیت رہی ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش و تعلیم کے ساتھ ساتھ بہتر تربیت فرمائی اور ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری ادا کر کے ایک شفیق ماں کا ثبوت پیش کیا۔

تعلیمی سفر آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے مادر وطن بہار شریف میں مولوی رمضان علی صاحب سے حاصل کی۔ اس کے بعد بہار کے اسکول میں داخلہ لیا

۱؎ [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہاں آپ دوسری جماعت میں تھے کہ ایک دم دل اچاٹ ہو گیا اور عربی تعلیم کی طرف طبیعت مائل ہو گئی۔ لہٰذا والد ماجد سے رضامندی حاصل کر کے آپ نے حضرت مولانا انور محمد اصدقی سے باضابطہ عربی اور فارسی میں درس لینا شروع کیا ——— دورانِ تعلیم ہی آپ نے اپنے مشفق استاد (مولانا انور محمد اصدقی رحمۃ اللہ علیہ) سے شرفِ بیعت بھی حاصل کر لیا اس طرح آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ اصدقیہ سے وابستہ ہو گئے۔ اور علوم ظاہری و باطنی کے حصول میں بیک وقت مشغول ہو کر اپنے پیر و مرشد سے علم سینہ و سفینہ حاصل کیا۔

جب پیر و مرشد کا وصال ہو گیا تو آپ بہت زیادہ مغموم ہو گئے لیکن حصول تعلیم کا سلسلہ منقطع نہیں کیا اور مولانا ابوالحسن صاحب استھانوی کی خدمت میں رجوع فرما کر حصول تعلیم میں منہمک رہے۔ پھر بھی آپ کو سیرابی نہیں ہوئی تو کانپور کا سفر کیا اور باضابطہ مولانا احمد حسین کانپوری کے مدرسے میں درس لینے لگے۔ وہاں مختلف کتابوں کے درس لینے کے بعد آپ نے ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا لیکن وہاں کے ماحول میں آپ کی طبیعت نہیں لگی۔ لہٰذا تھوڑے ہی دنوں کے بعد مدرسہ حنفیہ جونپور تشریف لے گئے۔ وہاں بحر العلوم مولانا ہدایت اللہ خاں خازل رام پوری کی مکمل شاگردی اختیار کر لی اور تفسیر، حدیث، فقہ، منطق و فلسفہ کی سند سے سرفراز ہوئے ——— بعد فراغت اُستاذ محترم کے پاس جونپور ہی میں مقیم رہے۔ اور جب ان کا وصال ہو گیا تو آپ نے جونپور کو چھوڑ دیا۔

اساتذہ سے محبت

آپ کو اپنے تمام اساتذۂ کرام سے حد درجہ کی محبت اور عقیدت تھی۔ اس لئے جب بھی آپ اپنے کسی استاذ کا ذکر فرماتے تو آپ پر کیف کا عالم پیدا ہو جاتا۔ آپ اپنے اساتذہ کے ساتھ ساتھ ان سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے بھی اپنے دل میں کشادہ جگہ رکھتے ——— جیسا کہ آپ کے اُستاذ اور پیر و مرشد مولانا انور محمد اصدقی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرزادہ صاحب علیگڑھ تشریف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لے گئے تو آپ سے ملنے آپ کے قیام گاہ پر بھی گئے۔ دروازے پر پہنچ کر دستک دی اندر سے کسی نے جواب دیا کہ مولانا ابھی بہت مصروف ہیں کسی اور وقت تشریف لایئے —— انہوں نے کہا جاؤ میرا نام بتاؤ اور کہو شبلی تمہارے پاس آیا ہوں مولانا کو جب معلوم ہوا تو بہ نفس نفیس تشریف لائے، فرطِ محبت سے سلام و دست بوسی کی اور اپنے حجرے میں ساتھ لیتے گئے۔ خوب خاطر و مدارات کئے اور انتہائی تعظیم و تکریم کے ساتھ رخصت فرمایا۔

ایسے ہی جب آپ کے استاذ گرامی بحر العلوم حضرت علامہ مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا تو آپ غم و الم کے انتہائی صدمہ میں ڈوب گئے طالب علمی ہی ترک کر دیا۔ ہر وقت بجھے بجھے سے رہتے تھے آخر کار جب استاذ محترم کے شہر میں ان کی یاد کو دل سے نکالنا ممکن نہ ہوا تو آپ بہار چلے آئے۔ آپ کی استاذ سے عقیدت کا تذکرہ سید سلیمان ندوی نے اس طرح کیا ہے:-

> "مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب کو حقیقت یہ ہے کہ اپنے استاذ کے ساتھ عقیدت ہی نہیں عشق تھا۔ انہی کے حالات جب سناتے تو ان کے طرزِ بیان اور گفتار کی ہر ادا سے ان کی والہانہ عقیدت تراوش کرتی تھی۔"

امام اہل سنت سے عقیدت

آپ کو اساتذہ کے علاوہ جس دوسری عظیم شخصیت سے گہری عقیدت تھی وہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے آپ کو امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بے انتہا عقیدت و محبت تھی جس کا ذکر آپ کے شاگرد

ل سید سلیمان ندوی، یاد رفتگاں، ص ۲۳۲

رشید ڈاکٹر سید عابد علی (سابق ناظر شریعت القرآن) نے اپنے ایک مضمون میں بیان کیا ہے:

"اُستاذِ محترم سید سلیمان اشرف بہاری پر حضرت مولانا بریلوی
کا اتنا اثر تھا کہ میں نے مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی کی عظیم شخصیت
کا اندازہ دراصل اُستاذِ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا
سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی رہا
اور میں دیکھتا کہ اکثر مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا
کہ اکثر ان ہی کے تصور میں گم رہتے۔ حتیٰ کہ اُستاذِ محترم کی طبیعت
ان ہی کے رنگ میں رنگی گئی تھی اور اپنے مستقلات اور بیانات میں
منطقی استدلال اور علوم عقلیہ میں ژرف نگاہی اور وسعت بیان میں مولانا
کے انداز اور کیفیت کو اپنا چکے تھے۔ غیر اسلامی شعار کی مذمت میں تحریر،
کانگریسی اور صوفیوں کی بے عنوانی کرنے والے لیڈروں اور عالموں سے متعلق
سخت گیر رویہ، مشرکین کو نجس سمجھنا، ایمان کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت
روا نہ رکھنا، یہ سب صفات دونوں بزرگوں میں مشترک تھیں۔ اسی طرح
عشقِ رسول کے معاملے میں طبیعت کا ایک والہانہ انداز بھی سینہ بسینہ
میں حضرت فاضل بریلوی کی طرف آیا تھا۔ لباس اور وضع قطع میں بھی
اُستاذِ محترم حضرت مولانا فاضل بریلوی کا تتبع فرماتے۔ حتیٰ کہ مجھے
یاد ہے کہ آپ عمامہ بھی اسی انداز کا رکھتے جیسا حضرت مولانا (بریلوی)
استعمال فرماتے تھے۔"[1]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے جو آپ کو عشق تھا اس

---

[1] ڈاکٹر سید عابد علی: مقالہ مطبوعہ [illegible] سالنامہ [illegible] ص ٩٠

https://ataunnabi.blogspot.com/

مسلک اہل سنت سے جو گہرا لگاؤ تھا اس کا تذکرہ سید سلیمان ندوی نے بھی کیا ہے:

"ان کے مذہبی خیالات علمائے بریلی کے موافق تھے اور ان ہی کے بڑے سرگرم تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنے مذہبی معتقدات میں بڑے متصلب تھے۔ اور جب مذہبی گفتگو ہوتی تو جلال میں آجاتے تھے۔"

دیا الٰہی عشق نبی چیز ہے سب سے ... نبی کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا لیں

اس حقیقت کا اظہار سید سلیمان اشرف بہاری کی تصنیف "المبین" کے تعارف میں سید اللہ محمد قادری اس طرح کرتے ہیں:

"استاذ گرامی مولانا ہدایت اللہ خاں کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت ہی کی ذات تھی جو آپ کا ملجا و ماویٰ تھا۔ اعلیٰ حضرت کی وفات تک مولانا کے نیازمندانہ تعلقات قائم رہے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت کے عرس کے دنوں میں آپ بریلی شریف جاتے تھے اور اعلیٰ حضرت کی تجہیز و تکفین کا شرف بھی آپ کو نصیب ہوا۔"

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے ۔۔۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ ۔۔۔ "مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب سنت [illegible] قائم رہنے میں آرام [illegible] کو رکھنے سے بچا لئے تھے۔"

ل سید سلیمان ندوی: یاد رفتگاں مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء ص [illegible]

[illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حلیہ مبارک

آپ وجیہ شکل و صورت کے مالک تھے۔ آپ کی صباحت و حلیہ مبارک کا تذکرہ اردو کے مشہور و معروف نقاد و ادیب پروفیسر رشید احمد صدیقی اپنی تصنیف "گنجہائے گرانمایہ" میں یوں کرتے ہیں:

"قد میانہ، رنگ صاف، جلد روشن، اعضاء پتلے، نقشہ نرم و نازک، آنکھیں چھوٹی جس میں جذبات کا اتار چڑھاؤ جھلکتا رہتا۔ نظر تیز و پُراعتماد، انداز میں بانکپن، انگلیاں ایسی جن پر قلم، نشتر، رباب سب ہی زیب دیں۔"[1]

خواجہ حسن نظامی اس طرح لکھتے ہیں کہ:

"گورا رنگ، منحنی جسم، گنجان داڑھی، تیز اور چمکدار آنکھیں۔"[2]

عادت شریفہ

کسی شخص کی شرافت و طبیعت اور مزاج کا اندازہ اس کے ذوق و کمالات و کوائف سے ہوتا ہے۔ جب آپ کے حالات و کوائف اور روز مرہ کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ایک شریف طبیعت کے مالک تھے اور شرفاء کے جو اوصاف ہوتے ہیں وہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔

آپ کے شاگرد پروفیسر رشید احمد صدیقی جن کو آپ کے شاگرد ہونے اور علی گڑھ میں ساتھ رہنے کا شرف حاصل تھا اور پروفیسر موصوف نے آپ کی زندگی کو بہت ہی قریب سے دیکھا اور مولانا کے آخری دنوں تک ان سے اچھے اور مضبوط مراسم بھی رہے۔ انہوں نے مولانا کے علی گڑھ میں قیام کے حالات و کوائف اور آپ کے عادات و معمولات کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

"مرحوم کی زندگی کا ایک پہلو یہ تھا کہ جو چیز رکھتے تھے اس میں کوئی دکوئی

---

[2] کتابی دنیا [illegible] [1] گنجہائے گرانمایہ صفحہ ۳۴، ۳۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خاص بات ضرور ہوتی اور دلکش ہوتی، قیمتی ہوتی۔ ہمیشہ پاکیزہ
قیمتی اور مردانہ وضع کے لباس پہنتے، گراں قیمت اور نادر قسم
کے اعلیٰ کپڑوں کا بہت شوق تھا۔ شیروانی یا اعلیٰ نوعیت کا
اچکن کا کپڑا دلکش ہوتا۔ مرحوم کے معمولات بھی غیر معمولی تھے۔

سردیوں میں باہر سوتے تھے۔ بستر تو بالکل صحن میں لیکن ادھر
چند سال سے برآمدہ میں آرام کرنے لگے تھے۔ گرمیوں میں اندر
رضائی اوڑھ کر بستر لگواتے، چادریں ستھری، تکیے مستعد، پنکھے
کا کوئی دستور نہ تھا۔ گرمی میں شربت کا پانی مل سکتا تھا نہ سوڈا بلکہ گرم
پانی کو پینا بہت اچھا ہے۔ شام کو نہانا اور دھوپ میں بیٹھنا
منع کرتے تھے۔ دور کے سفر کے لئے یا رومال سے ہاتھ نہیں پونچھتے
تھے۔ ننگے سر بمشکل دیکھے گئے۔ گفتگو بلند آواز سے کرتے، کلاہ چھوٹا
گول ادا تھی، عمامہ اکثر پہنتے زعفرانی رنگ کا ہوتا، جوتی دلی کی پر زور
ململ کا لمبا ہوتی کرتا۔ شلوار آستینوں کا کرتا پہنتے۔ جس کے نیچے ہمیشہ
ململ کی بنیان سادہ ہوتی، کپڑا قیمتی اور شوخ نہ ہوتا، رنگ سادہ وضع کا
ہوتا، اچھا کپڑا پہنے دیکھتے تو خوش ہوتے اور تعریف کرتے، چقندر
ہوتا تو کھاتے، سالن تیز مرچوں کا پسند تھا، ہمیشہ چٹائی پر اکڑوں
بیٹھ کر کھاتے۔ دکنی کا بڑا پاس رکھتے لکھنے میں سطر بھی سیدھی
نہیں ہوتی تھی۔ جسے دوست رکھتے اس سے نہایت خوش ہو کر آگے
بڑھ کر جی کھول کر ملتے اور کوئی نہ کوئی خوش خبری دلی کا تحفہ ضرور دیتے
مزاح ہوتا جاتا تھا ہنستے تھے کسی کے خلاف سے، نہ کسی کی دولت سے
دکنی کے اختلاف سے نہ کسی کی حالت میں مگر سلوک میں سب سے برابر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جتنا چھوٹا ہوتا اس سے اتنی ہی فروتنی سے ملتے، بڑا ہوتا اس سے کہیں بڑا ہوکر ملتے، علم کا وقار ان کے دم سے تھا۔ معزز و محبوب مولوی میں سے تنہا انہی کو پایا۔" [1]

سید سلیمان ندوی یوں رقم طراز ہیں:

"مرحوم خوش اندام، خوش لباس، خوش طبع، نفاست پسند، سادہ مزاج اور بے تکلف تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی اُن کی خودداری اور اپنی عزتِ نفس کا پاس تھا۔" [2]

مسلم یونیورسٹی میں آپ کا تقرر

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی علیگڈھ سے مولانا سید ضمیر الدین بہاری سے ملنے پٹنہ تشریف لائے۔ اتفاق سے اسی درمیان مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ بھی مولانا سید ضمیر الدین سے ملاقات کی غرض سے تشریف لے آئے اور وہیں آپ کی ملاقات مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی سے ہوئی ——— مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی نے پہلی ہی ملاقات میں آپ کے علم وفضل کو بھانپ لیا اور آپ کے اندر چھپے جوہر کا سراغ لگا لیا ——— لہٰذا مولانا شیروانی نے آپ کو علی گڈھ چلنے کو کہا۔ آپ راضی ہوگئے اور علی گڈھ تشریف لے گئے وہاں پہونچے ہی تھے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں ۱۹۱۲ء شعبۂ دینیات کے لئے ایک لکچرر کی ضرورت پیش آئی آپ کو اطلاع ملی تو اپنے آپ کو

۱؎ گنجہائے گرانمایہ ص۱۳۹ سید سلیمان ندوی، معارف اعظم گڈھ جون ۱۹۳۹ء

۲؎ عظیم آباد کی تہذیبی داستان ص۲۷

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ نے بحیثیت صدر پیش کیا۔ آپ سے اسٹیج ہی میں مجموعہ پر مقالہ لکھنے کی خواہش
کی گئی اور کہا گیا کہ اگر کتابوں کی ضرورت ہو تو حبیب گنج تشریف لے جائیں ——
آپ نے فرمایا بحمد اللہ مجھے کتابوں کی ضرورت نہیں صرف کاغذ اور قلم دیا جائے لہٰذا
آپ بعد نماز عشاء کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ گئے اور صبح کی نماز تک ایک ہی نشست میں مجموعہ
پر ایک مدلل و مفصل مضمون (جو ۴۲ فل سکیپ صفحات پر محیط تھا) قلمبند کر دیا جسے
اہل علم حضرات نے بہت پسند کیا —— پھر نماز جمعہ کے بعد توحید پر خطاب
کرنے کے لیے کہا گیا۔ آپ نے اس موضوع پر بہت ہی پر مغز تقریر فرمائی۔ جسے سن کر
سامعین مست ہو گئے —— سننے والوں میں نواب وقار الملک مشتاق حسین اور
مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے ساتھ ساتھ تمام اراکین دینیات کمیٹی موجود تھے
—— آپ کی علمی لیاقت کو دیکھ کر اور پر مغز تقریر سماعت فرما کر یہ لوگ بے حد
متاثر ہوئے اور شعبہ دینیات میں پچاس روپے مشاہرہ پر آپ کا تقرر کر لیا۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ نے درس و تدریس کے فرائض
بہت ہی خوش اسلوبی اور مستقل مزاجی کے ساتھ انجام دیئے۔ آپ نے اپنی پوری
زندگی مسلم یونیورسٹی کے لئے ہی وقف کر دی۔ اس دوران یونیورسٹی کے اندر بہت سے
حالات سے گذرنا پڑا۔ آپ کے خلاف سازشیں کی گئیں۔ ملک کے علماء کے
[illegible] آپ کے لئے [illegible] گئے، بہتان تراشی کی گئی، عداوت
[illegible] اور تہمتوں کا طوفان برپا کیا گیا لیکن آپ کے پائے استقلال
میں لغزش نہ آسکی بلکہ آپ نے تنہا ان حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور کسی طرح کا
خوف و ہراس کئے بغیر [illegible] انجام دیتے رہے
آپ کے عزم و استقلال کا ذکر [illegible]
[illegible]
[illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بعض دوسرے لوگوں کی طرح مولانا خاص طور پر نڈر نہیں تھے، ہر طرف سراسیمگی چھائی ہوئی
تھی، نفسی نفسی کا عالم تھا بڑے بڑے سورماؤں کے پاؤں اکھڑ جاتے لگے تھے۔ اس
وقت کا حال کچھ وہی لوگ جانتے ہیں جن پر وہ عالم گذر چکا ہے۔ اس زمانہ میں مولانا
کو دیکھا کیا مجال کہ روزمرہ کے معمولات میں فرق آجاتا۔ جن کے بارے میں جو
رائے رکھتے تھے اس کا علی الاعلان اظہار کرتے، شام کے وقت برآمدہ میں لوگ
بیٹھے ہوتے، چائے نوشی کی صحبت گرم ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا جیسے مصیبت کا
کہیں نام و نشان نہیں۔ کسی کی مجال تک نہیں ہوتی کہ آنے والی آفت کا تذکرہ
کرتا۔ ایک شب میں حاضر ہوا، مرحوم (سید شاہ اشرف بہاری) کی خدمت میں کچھ
ایسی باتیں بھی کہہ جاتا جو دوسرے کے کہنے پر ہمیشہ تامل کرتے، عرض کیا مولانا کیا ہونے
والا ہے خدانخواستہ زیادہ بگڑ جاتا تو کیا ہوگا۔ کہنے لگے شاید تم بھی ایسا
کہتے ہو، مجھے خیال تھا تم اس قسم کا ذکر نہ چھیڑو گے۔ ہوگا کیا وہی ہوگا جو ازل سے
تقدیر ہو چکا ہے۔ مومن کی شان یہی ہے کہ اس پر ہراس طاری نہ ہو۔ تم ڈر گئے تو ان لوگوں
کا کیا ہوگا جو تم کو اپنا سردار سمجھتے ہیں۔ جو ہونے والا ہے وہ تو ہو چکا ہے۔ پھر
ڈرنے جھجکنے سے کیا فائدہ؟

مرحوم پر اس وقت جو جلال سا طاری تھا شہنشاہیت روما کا وہ عہد یاد آگیا
جب گالس نے روم پر قبضہ کیا اور وحشیوں نے فتح کے نشہ میں سینٹ کا رخ کیا
جہاں کا ہر رکن اپنی اپنی جگہ متانت اور وقار کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جن میں سے ہر
ایک کو وحشیوں نے نشست ہی پر ذبح کر دیا لیکن کسی سینیٹر نے اپنی جگہ سے جنبش
اور حملہ آوروں کی۔

وہ دن گذر گئے اور جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہو چکا، مرحوم بھی جوار رحمت
میں پہنچ گئے۔ آج اس زمانے پر نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ کیسا سخت وقت تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سو وہ ہم سے چھین لیا گیا۔ مرحوم میں استواری کی بڑی بڑی باتیں تھیں۔ تحقیقاتی کمیٹی کا زمانہ کوئی معمولی زمانہ نہ تھا۔ اس وقت صرف مرحوم کی ذات ایسی تھی جو اپنی جگہ پر پہلے کی طرح قائم تھی۔ مجھے یقین ہے کہ مرحوم زندہ ہوتے اور ان کے تاریخی دو منزلہ پر دشمن کے ہوائی جہاز بم برساتے ہوتے تو بھی ان کے معمولات میں کوئی فرق نہ آتا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی!
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولانا موصوف پچاس برس تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں منصب درس و تدریس پر فائز رہے۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ آپ کی قیام گاہ پر صاحب علم دیکھا جاتا تھا اور آپ کی علمی گفتگو سے ہر آنے والا مستفیض ہوتا۔ رشید احمد صدیقی آپ کی علمی مجلس کی منظر کشی اس طرح کرتے ہیں۔

مدرسہ ہو، مسجد ہو، سوسائٹی ہو، تخت ہو، بیٹھتے ایک ہی وضع سے تھے۔ پلنگ پر اٹھ کر اور بیٹھ کر، اسی طرح بیٹھ کر چائے پیتے، مطالعہ کرتے، لکھتے اور باتیں کرتے۔ نشست کا ہر طرح کا سامان ہوتا۔ چبوترے سے متصل نیم دائرہ سائبان میں مونڈھے بچھے ہوتے۔ ایک طرف چارپائی بھی ہوتی۔ بڑے سے بڑا آدمی بھی کیوں نہ آجاتا اس کے لئے کوئی اچھی کرسی یا مسند فیوالاست نہ نکالا جاتا۔ جو موجود ہوتا اسی پر وہ بیٹھتا۔ مجھے یہ کبھی معلوم ہوتا کہ مرحوم ہی سب پر چھائے ہوئے ہیں۔ کسی سے مرحوم نے آج تک ایسی گفتگو نہ کی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ اس سے مرعوب ہیں یا اس سے کسی طور پر طالب ہیں۔ بڑے سے بڑے نواب کو بھی میں نے مرحوم کے پاس بیٹھے دیکھا ہے اور لوگ بھی موجود تھے لیکن مولانا ہر ایک سے ایک ہی انداز پر

ے گنجہائے گرانمایہ ص ۱۴۹

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے گفتگو کر رہے ہیں۔ مولانا کا بیٹا یا نوکر چاکر اسی طرح نواب صاحب کو چائے کی ایک پیالی لا کر دے گا جس طرح وہ مجمع میں کسی اور کو دیتا۔ وہی بے ضابطہ زبان گفتگو، وہی نشست، وہی فضا جس کا جی چاہا اُٹھ کر چلا گیا۔ اسی دوران میں معزز نو وارد بھی تشریف لے گئے۔ مرحوم اپنی جگہ پر جوں کے توں باغ و بہار با وقار بنے بیٹھے رہے۔[1]

مولانا کے مزاج کو بے ضابطگی ہرگز پسند نہ تھی آپ نے ہر کام کے لئے اصول و ضابطے بنا رکھے تھے اور اس پر سختی سے کاربند رہتے۔ آپ نے اپنی علمی مجالس کے انعقاد کے بھی اُصول مرتب کئے جن پر شرکاء مجلس سختی سے عمل کرتے۔

ان اُصولوں کا تذکرہ مولانا مقتدی خاں شیروانی نے یوں کیا ہے:-

(۱) کسی کی بدخوئی نہ ہوتی تھی۔

(۲) کوئی خود غرضی کا معاملہ نہ ہوتا تھا۔

(۳) ہر قسم کے مضامین پر ایسے انداز میں بات ہوتی تھی کہ دماغ پر مطلق بار نہ ہو۔

(۴) قابل ہمدردی لوگوں کی مدد پر غور ہوتا تھا۔

(۵) دوسروں کی اخلاقی امداد کو سراہا جاتا وغیرہ وغیرہ[2]

رشید احمد صدیقی نے آپ کی فیضانِ صحبت کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

مولانا کی صحبت سے جب کبھی اٹھتا تو معلوم ہوتا کہ کوئی اور نئی بات سیکھی یا کوئی نیا حوصلہ اور اچھا جذبہ پیدا ہو گیا۔ پریشان و مایوس ہوا تو ان کے یہاں سے بشاش اٹھا۔ رنج یا غصہ تھا تو مرحوم کی باتوں سے غم غلط ہو گیا۔ خالی الذہن گیا

---

[1] گنجہائے گرانمایہ ص ۱۳۵-۱۳۴

[2] محمد مقتدی خاں شیروانی، قومی زبان کراچی اگست ۱۹۶۳ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھا تو معلومات کے ایسے نادر و لطیف نکتوں سے بہرہ مند اٹھا جو شاید برسوں کے
مطالعہ یا مشاہدہ سے حاصل نہ ہو سکتے۔" گنجہائے گرانمایہ ص ۳۰

رشید صاحب اسی خیال کو دوسری جگہ یوں بیان کرتے ہیں :۔

"مرحوم ایسوں سے کبھی علمی گفتگو نہ کرتے جن کے بارے میں ان کو یقین ہوتا
کہ اس کو علم کا گھمنڈ ہے یا علم کی گہرائی یا ذوق نصیب نہیں ہے۔ یا صرف دنیوی اغراض
کا حامل ہے۔ اگر کوئی چھیڑ بھی دیتا تو ٹال جاتے ورنہ صاف کہہ جاتے کوئی دوسری
بات کیجئے آپ کو ان باتوں سے کیا سروکار"۔ صفحہ ۳

مولانا کا اگرچہ علی گڑھ یونی ورسٹی میں شعبہ دینیات کے مدرس کی حیثیت
سے تقرر رہا تھا مگر تھوڑے ہی دنوں میں پورے یونیورسٹی پہ چھا گئے۔ آپ اپنی
خودداری طبیعت کی بنا پر سب سے الگ رہتے لیکن لوگ آپ کو اپنے سے الگ نہیں
سمجھتے، آپ کسی کے یہاں نہیں جاتے مگر آپ کے یہاں علماء و فضلاء، ادباء، سیاسی
رہنمایان، اعلیٰ حکام اور دیگر ہر طبقہ کے لوگوں کا تانتا لگا رہتا اور آپ ہر آنے والے
کے ساتھ بڑے اخلاق سے ملتے اور سب کے ساتھ بلا امتیاز یکساں سلوک کرتے۔

سید سلیمان ندوی نے آپ کی محفل کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے :

"ان کی قیام گاہ ایک درویش کی خانقاہ تھی جو آتا جھک کر آتا۔ سارا [illegible]
[illegible] لے کر گیا ورنہ الٹے پاؤں پھیلا واپس آیا کہ پھر ادھر کا رخ نہ کیا"۔

مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی آپ کی قیام گاہ کے مستقل حاضر باشوں
میں تھے۔ [illegible] سابق پروفیسر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ نے [illegible]
تک اپنے مضمون میں لکھا ہے :۔

"نواب صدر یار جنگ مرحوم کی عادت تھی کہ جب تک دن بھی علی گڑھ میں قیام
رہتا روزانہ مغرب کے قریب مولوی سلیمان اشرف صاحب کے یہاں تشریف لاتے۔

لے [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مذہبی مسائل، بزرگوں کے تذکرے اور تاریخی واقعات موضوعِ سخن رہتے تھے۔[1]

سید سلیمان ندوی نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے:-

"مرحوم (شیروانی صاحب) کی پابندیٔ وضع کی ایک خاص یادگار علیگڑھ میں مولانا سلیمان اشرف صاحب کی قیامگاہ میں اخیر وقت کی حاضری تھی جو مغرب تک جاری رہتی۔ جب وہ علیگڑھ آتے، یہ حاضری بلاناغہ ہر موسم میں اور ہمیشہ ہی اس وقت دلچسپی کا سامان علمی مسائل پر گفتگو رہتی۔ مولانا سید سلیمان اشرف کی وفات کے بعد مولانا عبداللطیف کی قیامگاہ پر اسی حیثیت سے یہ مجلس جاری رہی۔"[2]

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری گرچہ اپنے معتقدات میں پکے تھے، مسلک اہلِ سُنّت کا آپ پہ نمایاں اور گہرا رنگ تھا پھر بلا جھجک اس کا اعلان بھی کرتے لیکن اسکے باوجود آپ کی محفل میں ہر مکتبِ فکر اور مختلف نظریات کے حامل افراد آتے، مختلف عناوین و مسائل پر گفتگو اور بحثیں ہوتیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:-

"مرحوم مذہبی معتقدات میں بڑا غلو رکھتے تھے اور اظہار کا موقع آتا تو کھلم کھلا ان کا اعلان بھی کر دیا کرتے تھے۔ بایں ہمہ مختلف الخیال لوگوں سے ان کا جی لگتا تھا۔ خانقاہ سلیمانیہ کے مقربین میں محمد اکرام اللہ خاں ندوی، مولانا ابوبکر صاحب، محمد مقتدیٰ خاں شیروانی، نواب صدر یار جنگ بہادر، سید زین الدین صاحب تھے۔ باہر والوں میں سے مولوی ابوالحسن صاحب، سید بہاؤالدین صاحب کو یہ امتیاز حاصل تھا۔"[3]

---

[1] سہ ماہی [illegible] ۱۹۵۵ء
[2] سید سلیمان ندوی " دسمبر ۱۹۵۰ء
[3] گنجہائے گرانمایہ ۔ صفحہ ۵۴

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آپ نے علی گڑھ پہونچتے ہی تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت کی غرض سے ہر روز عصر کی نماز کے بعد درس قرآن دینے کا سلسلہ شروع کیا جو بعد میں آپ کا مستقل معمول بن گیا۔ اس مجلس درس قرآن کا تذکرہ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی نے اپنے ایک مضمون میں یوں کیا ہے:۔

"نواب وقار الملک کے زمانے میں علی گڑھ کالج میں پروفیسر دینیات کا عہدہ خالی ہوا تو سید سلیمان اشرف کا تقرر بطور پروفیسر دینیات عمل میں آیا۔ درس قرآن و تفسیر کی جماعت قائم ہوئی۔ اس کا ایک دور ختم ہوگیا تھا۔ اس وقت بھی علمائے کرام مدعو ہوئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی، مولانا ولایت حسین صاحب الہ آبادی اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی اور بزرگوں سے درخواست قدوم کی گئی تھی چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب حقانی تشریف لائے۔ چند گھنٹے امتحان لیا جو تحریر بعد امتحان میرے نام بھیجی تھی اس سے واضح ہوتا تھا کہ نتیجہ امتحان سے ممدوح کو حیرت انگیز اطمینان ہوا تھا۔ (مقالات شیروانی علیگڑھ س [illegible]ء)

درس قرآن سے مستفیض ہونے والوں میں چند نام اس طرح ہیں:۔

مولانا فضل الرحمن انصاری، پروفیسر رشید احمد صدیقی، قاری محمد انوار اصولی، ڈاکٹر سید عابد احمد علی اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقی وغیرہم

طوفان کر رہا تھا مرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

خودداری طبیعت اور عزم و استقلال

آپ ایک نڈر اور بہادر مرد مجاہد و عزم و استقلال کے پیکر تھے۔ بڑے سے بڑے طوفان حوادث میں بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی۔ قوت فیصلہ کے دھنی تھے جو کہہ دیتے اس پہ قائم رہتے۔ خوشامد پرستی آپ کو بالکل پسند نہ تھی۔ اور نہ ہی نامعقول لوگوں کو کبھی اپنے سے قریب کیا، نہ کسی دُنیادار، ملت فروش سیاسی افراد کی بے جا حوصلہ افزائی کی ——— علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کیجانب ہمیشہ اہل سیاست کی نظریں اور سیاسی بازی گروں کا ہمیشہ نزول ہوتا رہا۔ ان کے اعزاز میں ان کے خوشامدین جلسے منعقد کرتے لیکن آپ نے کبھی بھی کسی سیاسی شخص کی آمد پر منعقدہ جلسے میں شرکت نہیں فرمائی۔

ایک دفعہ اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے آستانے پر حاضری کی غرض سے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ جس ٹرین سے سفر کرنے والے تھے اسی ٹرین سے ایک ذی وجاہت شخص کی آمد تھی یونیورسٹی کی طرف سے ان کو استقبالیہ دیا جانا تھا۔ متعلقین یونیورسٹی اسٹیشن پر حاضر تھے، گاڑی آئی اتفاق سے وہ ذی وجاہت شخص اسی ڈبے سے نکلے جس میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری سوار ہو رہے تھے۔ آنے والے شخص نے سمجھا کہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری میرے استقبال کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے خوش ہو کر گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن مولانا نے بلا کسی پس و پیش کے فرمایا "جی اس سعادت کے لئے دوسرے لوگ آئے ہوئے ہیں میں ہاتھ نہیں ملاتا۔ یہ کہہ کر اپنے ڈبہ میں سوار ہو گئے ——— آپ کی خودداری طبیعت کے متعلق سید سلیمان ندوی یوں رقمطراز ہیں:۔

" ان کی سب سے بڑی خوبی ان کی خودداری اور اپنی عزت نفس کا پاس تھا۔ ان کی ساری عمر علی گڑھ میں گذری۔ جہاں امرا اور ارباب جاہ کا تانتا لگا رہتا تھا۔ مگر انھوں نے کبھی کسی کی خوشامد نہیں کی اور نہ ان میں سے کسی سے دب کر یا جھک کر ملے جس سے ملے برابری سے ملے اور اپنے عالمانہ وقار کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

علی گڑھ کے سیاسی انقلابات کی آندھیاں بھی ان کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں۔[۱]

آپ نے عدم تعاون کے رہنماؤں کے خلاف مسلسل جہاد کیا اور ان کی بے راہروی سے لوگوں کو آشنا کرایا۔ حالانکہ مخالفوں کی طرف سے آپ کی ذاتیات پر حملے کئے گئے اخبارات و رسائل خرافات سے بھر دیئے گئے۔ جم کر تبرا بازی کی گئی لیکن ان سب کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لرزش نہیں آئی بلکہ اپنی جگہ کوہ وقار بنے بیٹھے رہے اور اپنے مشن کو بحسن و خوبی چلاتے رہے۔ اس سلسلے میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں۔

"مرحوم کے خلاف اخباروں میں بڑے نامعقول مضامین نکلے اور اکثر ایسے ناروا اور رکیک حملے کئے گئے کہ انہیں یاد کرکے آج تک میرا دل کڑھتا ہے اور لکھنے والوں سے قلبی نفرت پیدا ہو گئی ہے لیکن مولانا پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ آج تک میں نے ان کی زبان سے کوئی کلمہ ایسا نہیں سنا جس سے اندازہ کیا جا سکتا کہ ان پر اس کا کوئی اثر ہے۔

ایک دن معلوم نہیں کون سا موقع تھا، اس اخباری گندگی کا تذکرہ آیا تو فرمایا اور مخصوص قلندرانہ انداز سے چلو آگے بڑھو یہ نہیں دیکھتے کون کہہ رہا ہے صاحبزادہ یہ بھی دیکھتے ہو کہ کس کے خلاف کہہ رہا ہے۔ لڑائی مجھے پسند ہے لیکن بہادروں سے بھیڑیوں سے نہیں۔[۲]

مولانا اپنی خودداری طبیعت کی وجہ سے بہت ہی اصول پسند اور دشمنوں کیلئے شمشیر برہنہ تھے لیکن اپنوں کے لئے خلوص و محبت کے گنجہائے گرانمایہ رکھتے تھے۔ گویا آپ کی شخصیت اس شعر کی مصداق تھی ؎

---

[۱] [illegible]

[۲] گنجہائے گرانمایہ ص [illegible]

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حلقۂ یاراں ہو تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!

خطابت

آپ کو جہاں بہت سے دوسرے کمالات حاصل تھے وہیں فن تقریر میں بھی اچھی خاصی مہارت و کمال حاصل تھا۔ آپ کی خطابت میں رعب تھا، کیف و مستی کا سامان اور نصیحتوں کا بے بہا خزانہ بھی تھا۔ قادر الکلامی بھی تھی اور جادو بیانی بھی۔ آپ کی تقریر سننے کا شوق ہر دل میں جاگزیں تھا جو آپ کو جانتے تھے علماء، فضلا اور وقت کے نامور مقررین کرام بھی آپ کی تقریر سننے کو بے قرار ہوتے اور تقریر سننے کے بعد عش عش کرنے پر مجبور ہوتے۔ خواجہ حسن نظامی آپ کی خطابت کے متعلق یوں رقمطراز ہیں :-

"تقریر ایسی تیز اور مسلسل کرتے ہیں جیسے آئی آر کی ڈاک گاڑی دوران تقریر صرف درود شریف پڑھنے کے لئے تھوڑی تھوڑی دیر میں وقفہ ہوتا ہے ورنہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمالیہ کی چوٹی سے گنگا کی دھارا نکلی ہے جو ہر دوار تک ہی رکنے اور ٹھہرنے کا نام لے گی۔ بیان کی ایسی روانی آج کل ہندستان کے کسی عالم میں نہیں دیکھی۔ تقریر میں محض الفاظ ہی نہیں ہوتے بلکہ ہر فقرے میں دلیل اور علمیت کا اندازہ ہوتا ہے"[1]

سید سلیمان ندوی نے اس طرح لکھا ہے :-

ان کی تقریر و وعظ میں بڑی دلچسپی اور گرویدگی تھی[2]

سید بدرالدین بہاری نے آپ کی تقریر کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ اور بہت ہی کامیاب معلومات فراہم کی ہیں ان کی تصنیف عظیم آباد کی تہذیبی داستان،

---

[1] خواجہ حسن نظامی کتابی دنیا   [2] المعارف اعظم گڑھ جون ۱۹۳۲ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"حقیقت بھی کہانی بھی" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:-

"مولانا بڑے شیریں گفتار تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مضامین یکرے معمولی موضوع گفتگو ہو سب پر بڑی شگفتگی کے ساتھ تقریر کرتے۔ ان کی گفتگو میں طرح بھی ہوتا، ادب کا لطف بھی آتا اور نئے نئے جملے اور محاورات ان کی گفتگو میں نگینہ کی طرح چمکتے۔ علم خطابت میں ان کا درجہ ہندوستان کے بڑے بڑے مقررین کے مقابلے میں مانا ہوا تھا۔

تقریر ایسی دھواں دھار اور پر کیف ہوتی تھیں کہ مجمع تو مجمع ماحول اور فضا پر بھی وجد کی چھا جاتی تھی۔ جب مولانا کی شدت جذبات سے بھرائی ہوئی آواز درودیوار سے ٹکراتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ در و دیوار سے صلوٰۃ کی صدائیں آرہی ہیں۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی آپ کے خطبات کی روداد اس طرح بیان کرتے ہیں:-

"آواز میں کڑک، لپک اور دھمک، خطبہ پڑھتے تو معلوم ہوتا کہ خدا کا کلام دوسروں کو سنا رہے ہیں اور اپنے مالک و مولا کی عظمت کا احساس ہے۔ جمعہ کی ایک نماز یاد ہے۔ جاڑے کے دن تھے صبح بھری ہوائیں ایسا معلوم ہوتا تھا گویا رگ و ریشہ میں سوئیاں بن کر اترتی جاتی ہیں۔ تاہم مقتدی بھی غالباً مجتمع تھے۔ مرحوم امامت کے لئے آگے بڑھے، تکبیر ختم نہیں ہوئی تھی کہ مولانا نے کہا "اللہ اکبر" ایسا معلوم ہوا جیسے اس صدا نے فضا کی ہر سلوٹ چھین لی۔ اس کے بعد جو قرأت شروع کی تو یہ معلوم ہوتا تھا جیسے خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار میدان جہاد میں کوندتی، لڑتی، گرتی، لپکتی، کاٹتی، سمٹتی، تیرتی، ابھرتی آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کوئی لمبی سورت تھی جب تک ختم نہ ہوئی یہ معلوم ہوتا تھا جیسے جسم و جان تک بجلیاں بھر گئی ہیں اور شوق خود سپاری میں ہم ہی نہیں در و دیوار تک جھوم رہے ہیں۔ اس دن کی نماز اب بھی یاد ہے اور یہ بھی کہ وقت آگیا تو شوق شہادت دنیا کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہر نشیب و فرازِ زندگی کے ہر تامّل و تذبذب کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا۔[1]

مولانا نے جہاں دوسروں سے اپنے فن کا لوہا منوا لیا اور داد و تحسین وصول کئے وہیں اپنے مشفق اُستاد حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں علیہ الرحمہ سے بھی اپنی فنکاری کا جوہر دکھا کر دعاؤں اور شفقتوں کا خزانہ لے لیا۔

اس ضمن میں ایک واقعہ پیش کردوں کہ قیام جون پور کے دوران مولانا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے میں ایک بار خطاب فرما رہے تھے۔ مجمع سیلاب کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ کی تقریر شباب پہ تھی، مجمع بھی جوانی کے عالم میں تقریر سماعت کر رہا تھا، وارفتگی اور محویت کی فضا قائم تھی۔ اسی اثنا میں آپ کے اُستاد محترم مولانا ہدایت اللہ خاں جون پوری علیہ الرحمہ کا گذر اس طرف سے ہوا۔ اپنے ہونہار اور کامیاب شاگرد کی گرجدار اور دل گداز آواز سُن کر ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر تقریر سُننے کے بعد جب قوت برداشت جواب دے گئی تو شفقتوں اور محبتوں کا طوفان بن کر مجمع کو چیرتے ہوئے آپ اپنے شاگرد رشید (مولانا سُلیمان اشرف) کے پاس پہونچ گئے اور فرطِ محبت سے گلے لگا کر پیشانی کو بوسہ دیا۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں ترکِ موالات اور نان کوآپریشن کے ہنگامے اپنے شباب پہ تھے۔ پورے ملک کے افراد اس سیلاب کے زیرِ اثر تھے۔ اس کی قیادت سیاسی جماعتوں کے سرکردہ افراد کر رہے تھے۔ خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کے اشخاص بے راہ روی پہ اُتر چکے تھے۔ دنیا داری ان کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ غیر اسلامی نظریات و غیر شرعی حرکات کے محرک بنے ہوئے تھے۔ عدم تعاون کے عظیم طوفان میں بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا گئے تھے۔ لیکن ایسے عالم میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ نے ان حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور تن تنہا اس

---

[1] گنجہائے گرانمایہ ص۳۵

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تحریک کی سرگرمی کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان میں کود پڑے اور اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ مسلسل جہاد کرتے رہے۔

ماہ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ بمطابق مارچ ۱۹۲۱ء کو بریلی شریف میں خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء کی جانب سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد کے علاوہ دوسرے کئی لیڈر بھی شریک ہوئے۔ غیر شرعی حرکات کی بنا پر علمائے اہل سنت نے اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ ادھر اراکین کانفرنس کا اعلان تھا کہ اس میں علمائے اہل سنت کا رد کیا جائے گا۔ اور ان لوگوں نے کانفرنس کی جانب سے دو پوسٹر بعنوان "آفتاب صداقت" اور "مستعار کی چند ساعتیں" شائع کئے تھے۔ اشتہار میں علمائے اہل سنت کو منکرین و مخالفین کے القاب دے کر چیلنج کیا گیا تھا۔ اور رمز و کنایہ کے ساتھ مقابلہ کا اعلان بھی تھا۔ اس اشتہار کے چند سطر ملاحظہ ہوں:

"منکرین و مخالفین پر اتمام حجت، مسائل حاضرہ کا انقلابی فیصلہ خدائی فرمان پہونچانے کے لئے بریلی میں جمعیۃ علماء کا اجلاس ہونے والا ہے، سچائی ظاہر ہو گئی۔ اور جھوٹ بھاگ نکلا۔ خدائے جبار و قہار کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا" [1]

علمائے اہل سنت نے اس چیلنج کو قبول کیا اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے صدر الشریعہ مولانا امجد علی (مصنف بہار شریعت) نے ستر سوالات پر مشتمل سوالنامہ مرتب کر کے ان کی جماعت کو بھیجا کہ بر سر اجلاس ان کے جواب دیں۔ اس سوالنامے کے متعلق صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے

---

[1] بریلی کا اعلان [illegible]

https://ataunnabi.blogspot.com/

"سیدی دامت برکاتہم!

سلام نیاز کے بعد گذارش، حضور سے رخصت ہو کر مکان پہونچا۔ یہاں آکر میں نے "اتمام حجۃ تامہ" کا مطالعہ کیا فی الواقع یہ سوالات فیصلۂ ناطقہ ہیں۔ اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجالِ گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی تھی "اتمام حجۃ تامہ یعنی ان ستر سوالات کو دیکھتے ہی مخالفین کے کیمپ میں اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی اور جمیعۃ والے بغلیں جھانکنے لگے۔ جب اہل سنت کی جانب سے اصرار بڑھا تو مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمیعۃ علمائے ہند نے یہ جواب تحریر کیا" ہر کس و ناکس سے نزاع و مخاصمہ کرنا خدام ملت کے نزدیک بے نتیجہ ہے"[۱]

ایسے موقع پر امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایما پر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کو علی گڈھ سے بلایا گیا کہ وہاں آکر مولانا ابو الکلام آزاد سے اس مسئلہ پر گفتگو کریں اور ضرورت پڑے تو مناظرہ کریں۔ اُدھر کانفرنس والوں کی طرف سے پیچیدہ عوتی رقعہ ملا تھا۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا حکم پاتے ہی مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ علی گڈھ سے بریلی شریف تشریف لائے اور آتے ہی مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیۃ علمائے ہند کے اس ریمارک کا جواب اس طرح دیا:

"جلسہ جمیعۃ العلماء بریلی کا رقعہ دعوت نامہ فقیر کے پاس پہونچا۔ فقیر نے شرکت سے اصوابہ التزام کا تصفیہ چاہا تو آنجناب اس بے بضاعت کو ناکس قرار دے کر گفتگو

---

[۱] معارف الجہر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے اعراض فرماتے ہیں ـــــ رقعہ دعوت نامہ فقیر کے پاس بلا واسطہ بھیجا جائے اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو ہر کس وناکس کیا جائے۔ اس کے حقائق کو نزاع وتخاصم قرار دیا جائے۔ کیا یہی شیوۂ خدامِ ملت ہے۔ آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ برائے کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو جلسہ میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔

بالآخر ۲۴ رجب المرجب، بعد مغرب حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی صدر جماعت رضائے مصطفےٰ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلماء ظفر الدین بہاری[1] مولانا محمد حسنین رضا ناظم جماعت رضائے مصطفےٰ اور حضرت مولانا برہان الحق رضوی رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر مشتمل علماء اہلسنت کا قافلہ شان وشوکت کے ساتھ جمعیۃ العلماء کے پنڈال میں پہنچا۔ اسٹیج پر علماء دین جمعیت کے علاوہ ابوالکلام آزاد بھی موجود تھے۔ آپ نے یہاں پہلے تقریر کے لئے وقت مانگا۔ ابوالکلام آزاد نے ۳۵ منٹ کا وقت دیا۔ کیونکہ آپ کو جلسے میں شرکت کی دعوت بھی دی گئی تھی۔ آپ نے ۳۵ منٹ تک اپنے مخصوص مجاہدانہ انداز میں ایسی دھواں دھار تقریر فرمائی کہ اراکین کانفرنس کے حواس باختہ ہوگئے اور سامعین محو ہوکر تقریر سنتے رہے۔ اس پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔

عبدالماجد دریابادی نے آپ کی وارفتگانہ تقریر کے منظر کو اس طرح پیش کیا ہے:۔

”مخالفین کی طرف سے میدانِ خطابت کا پہلوان شہ زور ہیکل تن اکھاڑے میں اتارا گیا۔ جو کشتی پہ کشتی مارے ہوئے داؤ پیچ کے استادی میں نام پائے ہوئے اور اس نے تقریر یہ مار دھاڑ کے انداز میں شروع کی۔ جلسہ پر ایک نشہ کی کیفیت طاری تھی اور خلافت والوں کی زبان پر وظیفہ یا حفیظ کے جاری تھے۔“[2]

---

[1] بریلی کا رسوا کن مناظرہ۔

[2] نقوش لاہور شمارہ ۱۹۶۰ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ نے اپنی تقریر میں جہاں ان کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا وہیں ان لوگوں کی بے راہ روی و غیر شرعی حرکات کی بھی نشاندہی فرمائی اور فرمایا کہ ہمیں مقاطعات مقصد اور خلافت کے مسئلہ سے اختلاف نہیں اختلاف ان غیر شرعی حرکات سے ہے جن کے مرتکب خلافت والے اور جمعیۃ والے ہو رہے ہیں۔

صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ بھی اس کانفرنس میں علمائے اہل سنت کے ساتھ موجود تھے آپ نے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی پر مغز استدلالی تقریر کا ذکر تفصیل سے "سواد اعظم" مراد آباد شمارہ شعبان المعظم ۱۳۴۱ھ میں لکھا ہے۔ تلخیص ملاحظہ ہو۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے خاص خوبی سے تقریر فرمائی کہ اپنے اعتراضات بھی پیش کئے اور ان کی غلطیاں بھی دکھائیں۔ مولانا کی تقریر میں تحریک ترک موالات کرنے، شعائر اسلام کو چھوڑنے اور شعائر کفر میں مبتلا ہونے کا تذکرہ تھا۔ حضرت مولانا نے یہ بھی بیان کیا کہ موالات تمام کفار سے ناجائز و ممنوع ہے۔ خاص تر یہ کہ نصاریٰ ہوں یا یہود۔ آیت لا ینہکم اللہ سے موالات ہنود ثابت کرنا غلطی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مولانا عبد الباری صاحب (فرنگی محلی) کے خط کا تذکرہ بھی کیا جس میں انہوں نے لکھا کہ فقیر نان کوآپریشن کے مسئلہ میں بالکل پس رو گاندھی کا ہے ان کو اپنا رہنما جانتا ہوں جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں اور پھر ایک کافر کو دینی مسئلہ میں رہبر بنانا شان اسلام سے کس قدر بعید ہے، یہ ایمان ہے یا کفر؟ اسی طرح مولانا سید سلیمان اشرف صاحب علیہ الرحمہ نے خلافت کمیٹی کی بے راہ رویاں اور سخت فاش شرعی غلطیاں ذکر کیں اور فرمایا کہ مسلمان گاندھی یا کسی اور کے پس رو قطعی نہیں ہو سکتے۔ مذہب کی حمایت پر غلط نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اپنے دشمن ہنود سے اتحاد نہیں کر سکتے۔ ہمیں مقاطعہ، خلافت اسلامیہ کے مسائل سے اختلاف

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں اختلاف ان حرکات سے ہے جو منافی دین ہیں۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی جمعیۃ کے جلسے کی تقریر کے متعلق ابوالکلام آزاد کا معتقد و متعقد مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی نے بھی اپنی تصنیف ذکر آزاد میں بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"رضاخانی جماعت کے ترجمان اور خطیب مولانا سید سلیمان اشرف تھے۔ اور اس میں شک نہیں بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے، موصوف کی تقریر نے، جو بہت لمبی تھی کانفرنس کو ہلا ڈالا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب اور کچھ کہنا ممکن نہیں" (صفحہ ۱۴۳)

مولانا کی پوری تقریر کو رُوداد مناظرہ بریلی میں جماعت رضائے مصطفےٰ نے شائع کی ہے اس تقریر کے کچھ اقتباسات یہ ہیں:۔

مسئلہ خلافت و تحفظ صیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جن میں صرف فقیر بلکہ تمام علماء کرام نہیں بلکہ تمام ملتہ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں، ترکوں کی خلافت یعنی قوت دفاعی ایک امر مسلم ہے، خدمت حرمین شریفین ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے نیز محافظت حرمین شریفین بھی ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے ــــ سلطنت کی بحالی و بحالیٔ اسی پر اسلامی سلطنت اس پر اسلامی قوت دفاعی، پھر حرمین شریفین کی خدمت و محافظہ بس اس کی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ تمام مسلمانان عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جنھیں نہ میں صرف اس وقت بیان کر رہا ہوں بلکہ آج سے تخمیناً دو برس پیشتر فقیر نے لکھا چھپا ملک میں شائع کیا۔

میرا اور نیز دیگر علمائے اہل سنت و جماعت کا آپ سے اختلاف اس میں ہے کہ آپ ہنود سے موالات برتتے ہیں اور مسلمانوں کو حرام و کفریات کا مرتکب بتاتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام ہے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

قطعی حرام! یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیہود والنصاری الآیۃ۔ نصرانی اور یہودی خواہ فریق محارب ہو یا غیر محارب مطلقاً موالات ان سے حرام اور مطلقاً حرام، ہر کافر سے موالات حرام خواہ محارب ہو یا غیر محارب لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء۔

آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے اور کافروں (ہندوؤں) سے موالات نہ صرف جائز بلکہ عین حکم الٰہی کی تعمیل بتاتے ہیں — آپ نے قشقہ لگایا گاندھی جی کی جے ایک دو بار نہیں بلکہ بیسوں جگہ بیسوں بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے۔ جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے کیا قشقہ علامت شرک نہیں؟ کیا آپ کی غیرت تقاضہ کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر لگائے؟

آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے جذبات ابھارتے ہیں مگر کیا ہندوؤں نے آرہ شاہ آباد کرتار پور وغیرہ میں مسلمانوں کی بند کرنے کے لئے ایسے ہی مظالم نہیں کئے؟ قرآن مجید نہیں پھاڑے؟ عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی؟ مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں؟ مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں؟ آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے ہیں مگر کیا آپ کے لئے یہ غیرت کی بات نہیں تھی جبکہ یہ کہہ کر دربار نبوت و رسالت کی اہانت کی گئی کہ:

• اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔

آپ نے اس پر کیوں نہ انکار کیا؟ کیوں خاموش رہے؟

غرض مقامات مقدسہ و خلافت اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں اختلاف نہیں، ہندوستان کے حفاظت کی کوششیں کیجئے، اس سے ہمیں اختلاف نہیں خلاف ان حرکات کا ہے جو آپ لوگ منافی و مخالف دین کر رہے ہیں ان حرکات کو دور کر دیجئے ان سے باز آیئے، ان کی روک تھام کیجئے، عوام کو ان سے باز رکھئے تو خلافت اسلامیہ و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملک مقدس کی حفاظت، ہندوستان کے ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں اور کرنے کو تیار ہیں۔ ۱

اس کے بعد ابوالکلام آزاد نے چند باتیں بطور صفائی کہیں جن کا خلاصہ [illegible]
یہاں کس نے قشقہ کی اجازت دی؟ کس نے مہاتما گاندھی کی جے
پکارنے کو کہا؟ بلکہ میں خود تو مہاتما کے معنی تک نہیں جانتا کہ وہ
کوئی تعظیم کا لفظ ہے ——— یہاں کے کس ذمہ دار نے کہا کہ اگر نبوت
ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے؟ یہ کفر کا کلمہ کون مسلمان
کہہ سکتا ہے؟ اور جئے، قشقہ وغیرہ حرکات مخالف دین پر ہم سخت
نفرت کرتے ہیں ——— نفس موالات تمام کفار خواہ وہ حربی ہوں یا
غیر حربی قطعاً حرام اور ممنوع ہے اور ہم کب اسے جائز بتاتے ہیں
——— کوئی غیر مسلم کسی مسلم کا ہرگز پیشوا رہنما نہیں ہو سکتا۔
مسلمانوں کی پیشوائی اور رہنمائی ایک ذات حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے اور ان کی نیابت سے علماء کیلئے ہے میں
صاف کہتا ہوں کہ ہمارے ہندو بھائی بائیس کروڑ ہیں اگر وہ بائیس کروڑ
گاندھی ہوں اور مسلمان ان کو اپنا پیشوا بنائیں اور ان کے بھروسہ پر رہیں
تو وہ بت پرست ہیں اور گاندھی ان کا بت ہے۔ ۲

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریر میں مسئلہ قربانی کے بارے میں کوئی ذکر نہ
کیا۔ اور اپنی گھن گرج تقریر سے سامعین کو مرعوب کرنے کی کوشش کی

---

۱ ملک کا سواد اعظم مصطفیٰ بریلی روداد مناظرہ ص ۸۵
۲ ملک کا ثبوت دارالاسلام مصطفیٰ بریلی روداد مناظرہ ص ۹۸

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

۵۴

جیسے ہی اس نے تقریر ختم کی سید سلیمان اشرف بہاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی تقریر کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

"ابوالکلام صاحب کہتے ہیں کہ آیات میں تحریف کر کے ہنود سے موالات کس شخص نے جائز بتائی۔ کیا حکیم اجمل خاں صاحب خود وہ شخص نہیں؟ پھر ان کی مطبوعہ کاپیاں دیکھیے جس کی ہزاروں کاپیاں شائع ہوئیں ——— آپ کہتے ہیں قشقہ وغیرہ حرکات کی ہم نے کب اجازت دی مگر آپ نے عوام کے سامنے ہنود سے اتحاد کو کیوں اس طرح مفصل اور شرح کر کے نہیں پیش کیا کہ ان امور میں اتحاد کرو اور ان امور میں الگ رہو۔ آپ نے ان کے سامنے مجمل صورت میں اتحاد پیش کیا۔ جس سے وہ ان حرکات میں مبتلا ہوئے۔ پھر آپ ان حرکات کی ذمہ داری سے کیسے الگ ہو سکتے ہیں ——— خود آپ کے شہر دہلی میں گاندھی کو سپاس نامہ پیش کیا گیا جس میں گاندھی کی نسبت کہا گیا:

ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

کیا آپ حضرات نے اس پر کچھ اظہار کیا؟ کیا آپ کا یہ سکوت آپ کا پیام نہیں تھا؟

مولانا ابوالکلام آزاد ان الزامات پر خاموش رہے پھر سید سلیمان اشرف بہاری نے عبدالماجد بدایونی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "کہو بیٹا تمہاری بھی کہہ دیں، تم نے گاندھی کو کہا کہ خدا نے ان کو مذکر بنا کر بھیجا ہے، یہ کفر ہے۔"[1]

اس پر مولانا عبدالماجد خاموش رہے۔ جب مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر ختم ہو گئی تو شاہزادۂ اعلیٰ حضرت خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی نے فرمایا:

"ہمیں اختلاف آپ حضرات کی ان خلاف شرع و خلاف اسلام حرکات سے ہے"

---

[1] ماہنامہ رضائے مصطفےٰ روداد مناظرہ بریلی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت رضائے مصطفیٰ کے ستر سوال بنام "اتمام حجۃ تامہ" آپ کو پہنچے ہوئے ہیں ان کے جواب دیجئے۔ جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنا رجوع نہ شائع کر دیں گے اور باز نہ ہو لیں گے، ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔ اور اس کے بعد خدمت و حفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جائز کوشش کرنے کو تیار ہیں۔"[1]

غرض کہ اس مہم میں اہل سنت کو نمایاں کامیابی ملی اور مخالفین کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ جس کا تذکرہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے!

"روانگی کے وقت بریلی کے ایک اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ابوالکلام جس وقت بریلی سے جا رہے تھے میں ان کے ساتھ تھا۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ان کے جس قدر اعتراض ہیں حقیقت میں سب درست ہیں ایسی غلطیاں ہم سے کیوں ہو جاتی ہیں جن کا جواب نہ ہو سکے۔ اور ان کو اس طرح گرفت کا موقع ملے۔"

میں یہاں اس مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی۔ میدان مولوی سلیمان اشرف کے ہاتھ رہا۔ حضرت کے غلاموں کی ہمت قابل تعریف ہے۔"[2]

آپ ایسے جادو بیان خطیب، قادر الکلام مقرر تھے کہ آپ سے نظریاتی اختلاف رکھنے والے بھی آپ کی محفل میں آتے اور آپ کی عالمانہ، مدبرانہ و فلسفیانہ اور بصیرت افروز تقریر سن کر داد و تحسین دیئے بغیر نہیں رہ پاتے ——— فن خطابت میں آپ کو

---

[1] ماہنامہ رضائے مصطفیٰ سعادت ستانوی بریلی ص ۱۰۱۹

[2] سوانح الخیر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنے معاصرین میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ ۱۹۸۰ء میں جب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے چیئرمین ہو کر گئے تو جامع مسجد میں آپ کی تقریر ہوئی۔ بعد تقریر مولانا محمد لطف اللہ علی گڑھی نے آپ کو گلے سے لگالیا اور بہت تعریف کی۔

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی سے آپ کو گہری عقیدت تھی۔ چوں کہ آپ چشتی نظامی اصدقی سلسلے سے وابستہ تھے۔ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ محمد اصدقی سے حاصل تھا۔ جو سیدنا قیام اصدق چشتی علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ تھے ——— آپ ایک جید عالم دین اور صوفی باصفا تھے۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پاک کے مبارک موقع پر اکثر تشریف لے جاتے۔ آپ کی آمد پہ وہاں خصوصی جلسے منعقد ہوتے جس میں آپ کی تقریریں ہوتیں اور آپ کی تقریریں سننے کے لئے لوگ دیوانہ وار جلسہ گاہ میں تشریف لاتے۔ اور آپ کی عرفانی و وجدانی بیانات سے بھرپور مستفیض ہوتے۔

غرض کہ آپ کی خطابت کی دھوم پورے ملک میں تھی۔ اور آپ کو اپنے ہم عصروں میں اس فن میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ اچھے اچھوں کی بولتی آپ کے سامنے بند ہو جاتی تھی۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی جادو بیانی کا گن گاتے اور آپ کی پر مغز تقریر سننے کے مشتاق ہوتے تھے۔

ربیع الاول شریف کے ماہ مبارک میں ہمیشہ آپ کی دعوت الہ آباد میں ہوتی اور آپ تشریف لے جاتے۔ پہلی ربیع الاول شریف سے بارہویں ربیع الاول شریف تک "دوازدہ منزل" میں آپ کی تقریریں ہوتیں۔ "دوازدہ منزل" آپ کے ایک خاص

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذریعہ ۵۰ ہزار سے جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دینی جلسے کے لئے تعمیر کروایا تھا ــــ اس موقع سے الہ آباد کے علاوہ دور دراز کے لوگ بھی آپ کی تقریر سے بہرہ ور ہونے کے لئے جوق در جوق تشریف لاتے اور جلسہ جشن و خوشی کامیابیوں کی شہرتوں سے گونج جاتا۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم!
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری لوگوں کے اجتماع سے کبھی بھی مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ چاہے جیسا بھی مجمع ہو آپ کی تقریر کی بے باکی اور حق گوئی کبھی متاثر نہیں ہوتی تھی۔ آپ کی گرجدار آواز جہاں عوام کے مجمع میں گونجتی تھی وہیں اہل انتظامیہ اور خواص کی محفل میں بھی ــــ حاضر جوابی اور بہت جلد دو ٹوک کہہ دینا آپ کی خصوصیات میں ہیں۔ اس ضمن میں ایک پر لطف واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

الہ آباد میں ایک مرتبہ گاؤ کشی کے سلسلے میں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایک غیر رسمی مصالحتی نشست منعقد ہوئی جس میں گاندھی جی، مدن موہن مالوی جی وغیرہ شریک تھے ــــ الہ آباد کے ایک جید عالم دین اور سربرآوردہ رہنما مولانا فاخر الہ آبادی کی خواہش پر آپ کو بھی مدعو کیا گیا۔ آپ علی گڑھ سے الہ آباد تشریف لے آئے اور مصالحتی نشست میں شریک ہو کر کہا کہ میں مالوی جی سے سننا چاہتا ہوں کہ معاملات کیا ہیں؟ مالوی جی نے گائے کی اہمیت و افادیت اور اس کے فضائل پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اس سے ہندوؤں کے مذہبی جذبات وابستہ ہیں۔ موجودہ مسلمان لیڈروں نے مدن موہن مالوی جی کی گفتگو پر ہاں میں ہاں ملائی لیکن آپ اور مولانا فاخر الہ آبادی سنجیدگی کے ساتھ مالوی جی کی باتوں کو سنتے رہے جیسے ہی مالوی جی نے اپنی تقریر ختم کی آپ (سید سلیمان اشرف بہاری) اٹھ کھڑے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چہرے اور بہت ہی الیکشن کے رسیا تھے اپنے مخصوص دلچسپ انداز میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کا تعین کیا جائے لیکن سب سے پہلے مالوی جی سے ان کے دیوی دیوتاؤں کی مکمل فہرست لے لی جائے تاکہ اس مسئلہ کو ہم لوگ گفت و شنید کے ذریعے طے کر لیں اور روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پورے مجمع سے آواز آئی ہاں ہاں بہت صحیح ہے، مولانا نے گاندھی جی کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کل مالوی جی اور ان کے ہمنوا یہ مطالبہ کریں کہ مسلمان اپنے بچوں کا ختنہ نہ کرائیں کیونکہ ہم لوگ ننگ پوجا کرتے ہیں اور مسلمانوں کی اس حرکت سے ہمارے ننگ مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے تو بتائیے اس وقت مسلمان کن دشواریوں میں مبتلا ہوں گے۔ آپ نے اسے سنجیدگی کے ساتھ کہا لیکن پوری مجلس منہ پر رومال رکھ کر ہنسنے لگی۔ گاندھی جی آہستہ سے کھسک گئے اور مالوی جی شرم سے پانی پانی ہو گئے۔[1]

آپ کی خطابت کا شہرہ دور دور تک تھا۔ آپ کے پاس اکثر دور دراز سے دعوتی خطوط پہنچتے رہتے لیکن عدیم الفرصتی کی بنا پر آپ ہر جلسہ میں شرکت نہیں کرتے۔ ہاں اگر کہیں تشریف لے جاتے تو وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے فوراً کسی جلسہ کا انعقاد کر ڈالتے جس سے مولانا کی مقبولیت اور ان کی تقریر میں جادوئی اثر کا پتہ چلتا ہے۔ آپ جب اپنے آبائی وطن بہار شریف تشریف لے جاتے تو لوگ آپ کی آمد کی خبر سن کر آپ کی تقریر کا لطف اٹھانے اور اپنی دینی معلومات میں بے پناہ اضافہ کی غرض سے جلسہ جلوس کا اہتمام کر لیتے ——— حالانکہ آج کا مزاج یہ ہے کہ کسی بھی مقرر کو اس کے اپنے علاقہ میں اتنی اہمیت نہیں دی جاتی

---

[1] ماہنامہ ثقافت پٹنہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۸۹ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جتنی کہ باہر میں۔ لیکن مولانا سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ کی صورتِ حال یہ تھی کہ آپ خاص و عام دونوں میں یکساں مقبول نظر آتے ہیں ——— جب بھی آپ پھلواری پٹنہ یا بہار شریف تشریف لے جاتے تو وہاں ضرور ہی آپ کی آمد پر جلسے منعقد ہوتے اور ان جلسوں میں بہار شریف اور اطراف بہار شریف سے آنے والے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ صرف یہ معلوم کر لینے کی ضرورت تھی کہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی تقریر ہے۔ حد الاساعین کو آپ کی تقریر میں صرف زورِ بیانی کا لطف اور جملوں کی دلکشی ہی کا حسن ہی نہیں ملتا بلکہ کیف و سرور کے خشوع بھرے لمحوں اور عشق کے بے پناہ خزانے سے بھی ان کے قلب مالا مال ہوتے۔ ایک جلسہ کی کیفیت کو سید مطلب نے اپنی تصنیف "عظیم آباد کی تہذیبی داستان" کے صفحہ ۲۴۱ پر یوں بیان کیا ہے،

صبح ۹ بجے نواب نصیر الدین مرحوم کے عالیشان مکان میں (محفلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم) منعقد تھی۔ صرف بہار شریف کے نہیں بلکہ اطراف و جوانب کے آئے ہوئے بے شمار لوگوں کا بڑا مجمع تھا۔ یہ خبر نکل چکی تھی کہ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی آج تقریر ہوگی۔ ٹھیک ۱۰ بجے مولانا تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جیسے جیسے ان کی تقریر زور پکڑتی گئی مجمع پر بے خودی کا عالم چھا گیا۔ ہر شخص نقش بدیوار بنا ہوا لذتِ بیان میں محو تھا۔ آنکھیں مولانا کی باوقار چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ اُن کے منہ سے نکلنے والے الفاظ دلوں میں محبتِ رسول کی طغیانی پیدا کر رہے تھے۔ جوش و سرمستی میں ہر شخص اپنے سے بیگانہ ہو رہا تھا۔ وقت گزر رہا تھا۔ منٹ گھنٹوں میں تبدیل ہوتے گئے۔ آفتاب نصف النہار سے ڈھل کر مغرب کی طرف نیچے جانے لگا۔ دوپہر کے دو بج چکے تھے یکایک کسی کو ہوش آیا ——— اس نے مجمع کو چونکانے کے لئے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر اذان پکارا تو مولانا کی تقریر سے پیدا شدہ بے خودی کا طلسم ٹوٹ گیا۔[1]

---

[1] عظیم آباد کی تہذیبی داستان ص ۲۴۱

https://ataunnabi.blogspot.com/

تصنیف و تالیف

آپ جہاں ایک شاعر و خطیب اور قادر الکلام مقرر تھے وہیں ایک مشاق اور صاحب قلم بھی تھے آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں اور مقالات و مضامین لکھے مختلف کتابوں پر مقدمات و حواشی تحریر کیے۔

آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابوں کو بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

(۱) المبین (۲) النور (۳) الارشاد (۴) النہار (۵) الحج وغیرہ۔

المبین

یہ کتاب مستشرق جرجی زیدان کی کتاب "فلسفۃ اللغۃ العربیہ" کا مدلل جواب ہے۔

فلسفۃ اللغۃ العربیہ میں مصنف نے عربی زبان و ادب کے خلاف قلم اٹھایا تھا۔ اس نے اپنی عصبیت کی بنا پر اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ عربی زبان بھی دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح دیگر زبانوں سے خلط ملط ہو کر بنی ہے۔ اور مصنف نے خالص عربی الفاظ کو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ لفظ فلاں زبان سے لیا گیا ہے یہ لفظ فلاں زبان سے لیا گیا ہے اور اس نے یہ بھی لکھا کہ عربی میں الفاظ کی کمی ہے۔ غرضکہ عربی زبان سے عصبیت اس کی تصنیف کی ہر سطر سے پھوٹی پڑتی ہے۔

"المبین" میں سید سلیمان اشرف بہاری نے اس کے تمام اعتراضات کا مدلل و مفصل جواب دیا ہے اور اس پر بحث کرتے وقت مفید مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ جسے پڑھ کر جہاں قاری کے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے وہیں لطف و سرور بھی حاصل ہوتا ہے ——— مولانا نے عربی زبان کی اہمیت و افادیت اور اس کی دوسری زبانوں پر فوقیت پر بھی بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) عربی زبان کے خصوصی فضائل۔

(۲) قرآنی لغت اور ادب عربی کی تحصیل۔

(۳) ترکیب عربیت۔

(۴) یکسر خلاقیت کا التزام۔

(۵) فلسفۂ لغات اور لسان۔

(۶) فلسفۂ اشتقاق۔

(۷) عربی زبان کی حیرت انگیز کمال گویائی۔

پہلے باب میں سید سلیمان اشرف علیہ الرحمہ نے زبان کی ابتدا سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ زبان کی وضع کیونکر ہوئی۔ الانسان: ناطق کی خوبی کیا تھی اور اس کا علم اس کو کیسے حاصل ہوا۔ سب کا اتفاق ہے کہ یہ عطائے الہٰی ہے اس کی تعلیم ربانی یا خود انسان نے اپنے گرد و پیش کے حالات اور جذبات سے متاثر ہو کر الفاظ کی تخلیق کی؟ اس سلسلے میں انھوں نے دو مکتبہ ہائے فکر کے اقوال و نظائر پیش کیے ایک اشعری دوسرا معتزلی۔

مکتبہ اشعری کے نزدیک زبان کی تعلیم الہام سے ہوئی ہے یعنی حضرت آدم کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو انھیں گفتگو کے لئے الفاظ بھی سکھلائے اور جب اس دنیا میں آ گئے تو الفاظ کی وضع بھی ان کی جانب سے ہوئی پھر ان کی اولاد نے اصل میں زبان کی وسعت اختیار کر لی۔

دوسرا مسلک جسے معتزلی کا بیان کیا ہے کہ ان کا عقیدہ اور خیال ہے کہ انسان اس دنیا میں مصروف زندگی میں اپنے احوال اور نفس کی تحریکات سے متاثر ہو کر خود الفاظ وضع کرتے ہیں اس سلسلے میں مولانا نے معتزلی کے کچھ توجیہات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رہی اسلام کے نظریات و معتقدات تھے ہم نے ان کے اقوال کو اس کتاب میں پیش کر کے
ان ہی وقعت کی وجہ کر تفصیل سے جواب نہیں پیش کیا جا رہا ہے۔

غرض کہ پہلے باب میں زبان کی تخلیق کے بارے میں آپ نے بہت عمدہ بحث کی ہے اور دوسرے باب میں حروف کے مخارج اور ان کے لسانی حیثیت کو دکھاتے ہوئے عربی زبان کی وسعت کو دکھایا ہے اور اس کی برتری ثابت کی ہے۔

تیسرے باب میں مخارج و صفات حروف تہجی کے عنوان سے مضمون قلمبند کیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آپ نے عربی کا سنسکرت سے بھی موازنہ کیا ہے۔ جو مستشرقین کے نزدیک عربی سے کہیں زیادہ قدیم زبان ہے۔ آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ سنسکرت میں ۳۳ حروف تہجی اور اس کے مخارج صرف آٹھ ہیں جبکہ عربی میں اٹھارہ ہیں۔ اس مسئلہ پر آپ نے مختلف انداز میں بحث کی ہے جس سے آپ کی دور بین نگاہ اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے ——— اور باب حرکات و مخارج و صفات حروف میں حروف اور معنی و مفہوم کی وضاحت فرماتے ہوئے اس باب میں عربی زبان کی اہمیت و افادیت کے متعلق عرض کرتے ہیں۔

کیا ماہرین علم السنہ زبان عربی کا مقابل یا مماثل کسی اور زبان کو قرار دے کر اس فیصلہ میں اسے کیسے جانچیں گے؟ کیا وہ اپنے دعوے پر دلیل لا کر یہ ثابت کر سکیں گے کہ سوا عربی کے کوئی اور زبان بھی ہے جس میں ہر صوت کا اس کے انفراق کے ساتھ معروف پھر یا اس کے حروف تہجی سے معنی اور فصاحت کا کشف ہوتا ہو؟ یہ نسخہ مگر پھر بھی ثبوت کی قابلیت دکھاتا تو آج یورپ کے علماء اس اختلافانہ بیان کا ثبوت پیش کرتے کہ زبان باہمی معاہدے سے مشتق ہوئی ہے۔

ئے یہی ...

تیسرے باب میں ترکیب کے متعلق بیان کیا ہے اور آپ نے وضاحت کی ہے کہ عربی الفاظ میں دو حرفوں کی باہمی آمیزش سے لفظ کے معنی قریب قریب ہو جاتے ہیں یعنی دو حرفوں کو ملا کر جو نیا مرکب تیار ہوگا ـــــ دونوں حرفوں کے ملنے سے اگرچہ ایک نیا معنی پیدا کرے گا مگر پھر بھی ان دونوں کی مماثلت کی بنیادی خصوصیات کا عکس ضرور موجود ہوگا۔ اس سلسلے میں آپ نے الفاظ کے ذریعہ مثالیں بھی پیش کی ہیں۔

جرجی زیدان یہودی نے اپنی کتاب "فلسفۃ اللغۃ العربیۃ" میں یہ غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عربی الفاظ کا مادہ صرف دو حرفی ہیں یعنی عربی کے تمام الفاظ ثنائی ہیں۔ تین یا چار حرف سے کوئی لفظ نہیں بنتا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے کئی دلیلیں بھی پیش کی تھی۔ آپ نے "المبین" کے چوتھے باب میں اس کے بخیے ادھیڑ کر اس کی بھرپور تردید فرمائی ہے اور فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز میں بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ عربی الفاظ کے مادے کی تکمیل محض دو حرفوں سے نہیں ہوتی بلکہ ایک تیسرے اصلی حرف کے ملانے سے اس کی معنویت بنتی ہے اور تیسرا حرف جو ملتا ہے وہ ہرگز زائد نہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

"عربی زبان کے اسماء و افعال کا مادہ کبھی اور کسی حالت میں تین حرف سے کم کا نہیں جملہ سلف و خلف سے آج تک کوئی اس کا قائل ہوا۔ تیسرا حرف اصل مادہ کا جز ہے ہرگز حرف زائد نہیں۔"[1]

پانچواں باب۔ فلسفۂ ارتقاء لسان سے متعلق ہے۔ اس باب میں آپ نے فطرت ارتقاء لسانیت پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں اور اس سلسلے میں مستشرقین کی آراء اور مفید مثالیں پیش کی ہیں۔

---

[1] المبین ص ۱۰۲۔

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ لکھتے ہیں:-

"یہاں تک میں نے کافی وضاحت کے ساتھ اس بیان و تحقیق کو جسے دنیا کے دو اجتہاد و اکتشاف کا تازہ و لذیذ ثمر سمجھا جاتا ہے مختصر الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ ضخیم سے ضخیم کتاب پڑھ کر دیکھ لو ماحصل اس کا یہی ہوگا جو میں نے مختصراً لکھ دیا ہے"

اگرچہ یہ کوئی ایسا مسلک نہیں جس کی طرف ابتداءً اہل یورپ کا ذہن منتقل ہوا ہو اس لئے کہ یہ وہی ابوہاشم معتزلی کا مسلک ہے جس کا ذکر ابھی انہی صفحات میں گزر چکا ہے لیکن ہاں اسی مسلک کا احیا اس عہد جدید میں کچھ بعض ترمیم البتہ دنیا کو دکھاتا علمائے یورپ کرتے ہیں اور یہی ان کی سعی و کوشش ان کا طرۂ امتیاز ہے

مجھے اس وقت زبان کی تاریخ کا بیان کرنا مقصود ہے نہ اس حقیقت کا پتہ لگانا ہے جسے آفرینش زبان و بیان کے سنگ بنیاد کا مرتبہ حاصل ہے نہ یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ کون کون سی زبان اصل ہے اور کون کون زبان فرع ہیں۔ نہ بابل نینوا کے کھنڈروں میں بھٹکتے پھرنے کی حاجت نہ مقابر وغیرہ کے کتبات پر دیدہ ریزی کی ضرورت، نہ اصل و فرع میں مماثلت کی جستجو نہ ایک فرع کو دوسری فرع کو پہلو بہ پہلو قائم کرنے کی آرزو یہ کام اس کا ہے جو تہمات و بے بنیاد مفروضات پر مقصد فاسد حاصل کرنے کے لئے دماغ پاشی اور دیدہ ریزی کو تحقیق انیق اور اہم ترین اجتہاد جانتا ہے۔ اور اسے علم بالآثار کے خوش نما لقب سے ملقب کر کے ملوث دماغ سے خراج تحسین وصول کرنا چاہتا ہے۔

بلکہ میرا مدعا صرف اس قدر ہے کہ کمال کا جو معیار زبان کے لئے قرار دیا جائے عربی زبان اس میں ایسی کامل ثابت ہو گی کہ دوسری زبانیں اس کے مقابلہ پر لائی نہیں جا سکتی۔ پھر اس مرتبہ کمال میں جو خصوصیات اور آئین و ضوابط کی مراعات یہاں ہو گی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس سے ظاہر ہے کہ عربی توسعات ابھی اس قدر آگے نہیں بڑھی ہے کہ عصر حاضر کی کوئی اسکی مساعی نفاسی توسعات کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتی ہے۔[1]

چھٹا باب: فلسفۂ اشتقاق پر مشتمل ہے اس میں اشتقاق صغیر و کبیر کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اور ان کا فرق بتایا گیا ہے۔

جرجی زیدان نے بعض ایسے عربی الفاظ کو جو عربی الاصل ہیں عجمی قرار دیا ہے اور اس نے اپنی تصنیفات میں غیر عربی لفظ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ آپ نے اپنے زبردست قوت استدلال سے ثابت کیا ہے کہ یہ الفاظ عجمی نہیں بلکہ عربی ہیں علاوہ آپ نے عربی و عجمی میں تمیز کرنے کے اصول بھی لکھے ہیں۔ آپ اس باب میں ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

"جرجی زیدان جیسے تعصب کے جنون نے دیوانہ بنا رکھا ہے اس نے تو کئی ضخیم جلدیں اس موضوع پر لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نہ صرف الفاظ بلکہ ضمائر، اسماء موصول اور اسماء اشارہ تک عربی میں کسی اور ہی زبان سے منقول ہو کر آئے ہیں۔ اس مدہوش جنون کا جواب دینا تو کسی خاطر العقل کا ہی کام ہے۔ میں معذور ہوں۔ ہاں بعض ایسے الفاظ جنہیں خود علماء لغت عربیہ نے عجمی کہہ دیا ہے میں اس موقع پر ان کی تشریح کئے دیتا ہوں۔ اہل علم اسی نمونہ پر میزان قائم کر کے عجمی و عربی کو خود فرق کر لیں گے"[2]

ساتواں باب میں عربی زبان کا حیرت انگیز کمال گویائی بیان ہے اس باب میں یہ بحث کی گئی ہے کہ عربی زبان کے الفاظ کا صرف یہی کمال نہیں کہ ان میں اپنے معنی کے تحت ایک نظم و تناسب پایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا نے کئی لفظوں مثلاً علم۔ درس۔ سمیٰ۔ ارض اور ساس کا فلسفہ کھول کر بیان کیا ہے اور عربی الفاظ کی

---

[1] المبین ص ۱۳۳، ۱۳۴

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وسعت کو مفصل طور پر بیان کیا ہے ایک جگہ مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں:

"آدمی کا بچہ جب تک شکم مادر میں ہے اسے جنین کہتے ہیں۔ پیدا ہوا تو ولید ہے۔ سات دن تک بچہ کمزور اور غیر حساس رہتا ہے کہ دودھ کھینچنے کی بھی اس میں قابلیت نہیں ہوتی ان ایام میں صدیغ ہے۔ دودھ پینے کی قابلیت ہو گئی تو رضیع ہے۔ اب دودھ چھوٹا تو فطیم ہے۔ کچھ نشو و نما پایا اور شیر خوارگی کی سستی اس سے دفع ہوگئی زمین پر کھسکنے لگا تو اس کا نام دارج ہے۔ دودھ کے دانت ٹوٹنے لگے تو مثغور ہے۔ دودھ کے دانت گر کر پھر نکلنے شروع ہوئے تو مثغر ہے۔ دس برس یا اس سے کچھ زیادہ عمر کا ہوا تو مترعرع ہے۔ اب بلوغ کی عمر قریب آگئی تو یافع یا مراہق ہے۔ بالغ ہوا تو قوٰی میں توانائی آگئی تو حزوّر ہے۔ پھر ان تمام مدارج عمر کے لئے ایک لفظ غلام کا عام ہے اب سبزہ خط نمودار ہوا "باقل" ہے۔ سبزہ بڑھ کر سیاہ خط ہو گیا تو "فتی" یا "شارخ" ہے۔ داڑھی مونچھ اچھی طرح نکل آئی چہرہ بھر گیا تو "مجتمع" ہے چالیس سے متجاوز ہوا اور ساٹھ تک نہیں پہونچا ہے تو "کہل" ہے۔"[1]

اس طرح آپ نے مختلف مثالیں لفظوں کے ذریعہ پیش کئے ہیں۔

جرجی زیدان کے اعتراضات کے جہاں آپ نے بخئے ادھیڑے ہیں وہیں عربی لسانیات سے متعلق بے بہا معلومات کے خزانے لٹائے اپنی ذہنی کاوش و محققانہ تدبر سے کتاب کو مقبول بنادیا ہے۔ المبین کو مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے دیکھ کر کہا ——— مولانا نے اس عظیم موضوع پر اردو میں یہ کتاب لکھ کر ستم کیا، عربی یا انگریزی میں ہوتی تو کتاب کا وزن اور وقار بڑھ جاتا[2]

۱۹۲۹ء میں جب المبین کی پہلی بار اشاعت ہوئی تو منظر عام پر آتے ہی اہل علم

---

[1] المبین، صفحہ [illegible]

[2] تذکرہ علمائے اہل سنت۔ صفحہ ۱۰۰

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

دشمن کے حلقوں میں ہلچل سی مچ گیا اس کا ایک نمونہ ڈاکٹر سر اقبال مرحوم کو پیش آیا اتفاق سے کچھ دنوں بعد (علامہ) اقبال اپنے لکچروں کے سلسلے میں علی گڑھ تشریف لائے کھانے پر ایک جگہ حضرت کی ملاقات ہو گئی۔ المبین کا ذکر چھڑ گیا۔ علامہ سر اقبال نے بڑی تعریف کی اور فرمایا مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جن کی طرف پہلے میرا تو ذہن منتقل نہ ہوا تھا۔

النور میں آپ نے خلافت کمیٹی والوں کے غیر اسلامی نظریات و غیر شرعی حرکات کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔ اور ان کا شرعی نقطۂ نظر سے محاسبہ فرمایا ہے۔ تمام نام نہاد مسلم لیڈر جو گاندھی جی کو ہی اپنا پیشوا اور رہنما سمجھ بیٹھے تھے۔ ان کی آپ نے اس کتاب میں خوب خبر لی ہے۔

الرشاد النور کے بعد آپ نے ارشاد لکھا جس میں جمعیۃ العلماء و خلافت کمیٹی و دیگر مسلم کانگریسی لیڈر جو گاندھی جی کو اپنا پیشوا اور رہنما سمجھ بیٹھے تھے اور شرعی بے اعتدالیوں میں مبتلا تھے۔ ان کے غیر شرعی حرکات پر تنقید کی اور یہ ثابت کیا کہ یہ قوم مسلم اور دین اسلام کے لئے زہر ہلاہل ہیں۔

النور اور الرشاد کے منظر عام پر آتے ہی مخالفین نے آپ کے خلاف زبردست طوفان کھڑا کیا۔ اور آپ کی زبردست مخالفت ہونے لگی۔ اخبار و رسائل کے ذریعہ آپ کی ذات پر رکیک حملے کئے گئے لیکن آپ نے [illegible] لئے ہوئے عزم و استقلال کے ساتھ خلافت کمیٹی والوں کی گاندھی تحریک کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اور اپنے زور بیان و سیف قلم کے ذریعہ ان کی غلط روش کے خلاف تحریک چلائی۔

سید بدر الدین اپنی تصنیف "عظیم آباد کی تہذیبی داستان" میں آپ کے جہاد

۱؎ گنجہائے گرانمایہ صفحہ ۳۸

https://ataunnabi.blogspot.com/

اختلاف کی خبر یوں بیان کرتے ہیں۔

ان کی وفات کے تذکرہ میں ہے جب اکثر علماء نے فقہی مسائل کو ہی سب کچھ سمجھنا شروع کیا جس کی وجہ سے عقیدہ کے خلاف ایک نیا فتنہ پیدا ہو گیا تو یہ بات مولانا سے سنی نہ گئی اور انھوں نے اپنے خلوت خانہ میں بیٹھے بیٹھے قلم اٹھایا اور اپنے قلم کی جنبش سے اس فتنے پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے پیچھے جو کچھ تضاد بنیادی طور پر تھا کہ ایک گروہ نہیں بلکہ متعدد گروہ پرورش کر رہا ہے اور لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ فرق کی کیا وجہ ہے ایک تند و تیز گروہ سے آئندہ ہی ملک کی فضا ایک جنگ کا پہلو لیے ہوئے تھی مگر دیکھتے دیکھتے دیکھا کہ کس طرح کچھ دنوں بعد اس گروہ نے ملک کو جڑ سے ہلا کر رکھ دیا اور جڑ سے ہوئے سیلاب کو اکھاڑ دیا۔

اس ضمن میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں!

جو گروہ نے ان مباحث پر قلم اٹھایا اور ان مباحث پر قلم برداشت کرتے رہتے اور مجھ کو سناتے تھے اور طالب علم کرتے کہتا میری سمجھ میں بات نہیں آتی ہیں کہ ملا کر سکیں۔ آپ جو کہتے ہیں ٹھیک ہی کہتے ہوں گے لیکن یہ بات نہیں ہے تم پر ان ہم کا اثر ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ تمام عالم جو کچھ کرتے ہیں سب ٹھیک ہے اور میں مولوی کا دروازہ ہی ہو سکتا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے ہم تم دونوں تو دیکھ لیں گے کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر۔

سب گزر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد کی میں جو کچھ لکھا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی۔ اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا آج کل اس کی سچائی اپنی جگہ پر بہت اثر ہے سب نے مولانا کی خدمت میں آ چکے تھے سر اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اس کا اعتراف کسی نے نہ کیا اور اللہ نے بھی مرحوم کو لکھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے معتقد آپ نے ان کی اس خدمت اور قابلیت کا اعتراف کیوں نہیں کیا۔[1]

حضرات کا زمانہ ہے جس کو اپریشن کا سبب اپنی پوری طاقت پہنچ گئے کی شعبی کے معاملات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس زمانہ کے اخبارات تقاریر، تصانیف اور رسائل کا اب مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہو گیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے وہی سب کچھ ہے۔ یہی باتیں ٹھیک ہیں ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ ان میں جیسے افراتفری پھیلی ہوئی تھی مرحوم مطمئن سے بیٹھے تھے لیکن چہرہ پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ اس زمانے اس دو منزلہ کے پیچھے کوٹھے میں رہتا تھا اور یہ کمرہ اور مرحوم کی نشست کے کمرہ میں صرف ایک دیوار فاصل تھی جس میں ایک دروازہ بھی تھا۔ دن میں کئی کئی بار ملنے کا اتفاق ہوتا۔ کہتے تھے رشید دیکھو علی کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور لیڈروں نے حنفی اصول اور فقہی مسائل کو کیا کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ میری سمجھ میں اس وقت ساری باتیں نہیں آتی تھیں، اور نہ میں ان تفصیلات میں پڑنا چاہتا تھا لیکن مرحوم پر ایک خاص کیفیت طاری رہتی تھی وہ رہ رہ کر ایسی باتوں کو چھیڑتے تھے اور کہتے تھے کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں نہیں کہہ سکتا اور نہ میں چاہتا تھا کہ کوئی اس قسم کے مناظر کو روکے لیکن کیا کروں خدا کو تو بعد میں منہ دکھانا ہے کا موقع ملے گا اس دنیا کے پڑھے لکھے کیا کہیں گے۔

الاندلس: یہ کتاب آپ نے فارسی شعر و ادب کی تاریخ میں لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور اس زمانے کے عربی و فارسی دانوں کے محقق و ادیب

---

[1] گنجہائے گراں مایہ ص ۲۶-۲۸

https://ataunnabi.blogspot.com/

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی نے الاجہل کے متعلق کہا کہ یہ کتاب شبلی نعمانی کے شعر العجم سے بہتر ہے۔

الحج: یہ کتاب حج کے موضوع پر ہے اس کتاب میں حج کے ارکان و مسائل پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ حجاج کرام کے لئے یہ کتاب رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی کاوشوں میں ایک اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے علامہ فضل حق خیرآبادی کی بے مثال تصنیف امتناع النظیر پہلی دفعہ سن ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ سے شائع کیا اور اس نایاب تصنیف کو علمی دنیا میں متعارف کرایا۔ اس اہم اور لاجواب تصنیف کی اشاعت گویا جماعت اہل سنت پر ایک احسان ہے کیونکہ اس کتاب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے پر جو دلائل و براہین قائم کئے گئے ہیں یہ عقائد اہل سنت کے لیے بے بہا سرمایہ ہیں۔

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کی مثنوی "ہشت و بہشت" پر مولانا نے حواشی تحریر فرمائے ساتھ ہی ایک پر مغز مقدمہ بھی لکھا جو بڑے سائز کے ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے یہ بھی اردو ادب میں ایک گراں قدر سرمایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقدمہ میں مصنف نے حضرت امیر خسرو کے تمام اصناف سخن پر تبصرہ کیا ہے اور دکھایا ہے کہ اردو اور فارسی شاعری پر عربی شاعری کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ مقدمہ بھی علمی حلقہ میں کافی مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصنیفات ہیں جو اپنی نوع کے اعتبار سے جامع اور مفید ہیں۔

تعلیمی مہارت

آپ جہاں ایک قادر الکلام مقرر، دور بین محقق، صاحب طرز ادیب، ایک عظیم مدبر اور بہترین معلم تھے۔ وہیں آپ کی حیثیت ماہر تعلیم کی بھی تھی۔ سن ۱۹۲۰ء میں جب علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے میٹرک سے لے کر ایم اے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نصابِ تعلیم

تک کی شعبہ دینیات کے لئے نصاب مرتب کرنے کی ضرورت پڑی تو والی کمیٹی میں دیگر ماہرینِ تعلیم میں آپ بھی شامل تھے۔ نصاب کے مرتب کرنے میں کمیٹی کی کارکردگی کا ذکر سید سلیمان ندوی نے معارف اعظم گڑھ میں اس طرح کیا ہے:

"مسلم یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علماء جو جدید ضروریات سے آگاہ اور نصاب ہائے تعلیم اور مدارس کا تجربہ رکھتے تھے علی گڑھ میں جمع ہوئے اور متواتر سات اجلاس میں جو ۸ فروری سے ۱۲ فروری تک منعقد ہوئے، بحث کے تمام پہلوؤں کو دیکھا اور اس کے آخر تک نقشۂ عمل اور ایک نصاب میٹرک سے ایم اے تک کا تیار کر کے یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا اس مجلس کے ارکان حسب ذیل اصحاب تھے:
مولانا حبیب الرحمن خان شروانی، مولانا سید سلیمان اشرف صدر علوم شرقیہ، مناظر احسن گیلانی، مولانا محمد امجد علی صدر المدرسین مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر اور خاکسار مولانا عبد العزیز میمن، استاد عربی ادبیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے بھی خاص موقعوں پر شرکت کی۔ علوم شرقیہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا (۱) عقلیات (۲) دینیات (۳) ادبیات۔"[1]

ظرافت

مولانا ایک خوددار طبیعت، اصول پسند انسان تھے مزاج میں شدت بھی تھی اور یہ شدت ایمانی تھی نفسانی نہیں، کسی کا رعب ہرگز برداشت نہیں کرتے اپنی زندگی بھی شان و شوکت اور طنطنہ کے ساتھ گزاری۔ کسی کی جی حضوری ہرگز گوارا نہ تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ معززین کے لئے عزت اور عزیزوں سے شفقت بھی رکھتے تھے۔ دوستوں کے ساتھ ظریفانہ انداز میں باتیں بھی کرتے لیکن اس ظرافت میں بھی آپ کو اپنی شخصیت کا پورا پورا خیال تھا۔ کبھی بھی ان کی ظرافت و خوش طبعی سے گنوار پن کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ آپ کے اس خوش طبعی اور ظریفانہ گفتگو کے متعلق

---

[1] سید سلیمان ندوی شذرات معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۲۶ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رشید احمد صدیقی نے اپنی تصنیف "گنجہائے گرانمایہ" میں کئی واقعے لکھے ہیں۔ سامعین کا بیان ہے "باتوں ہی باتوں میں ایسے ایسے فقرے اور لطیفے کہہ جاتے کہ طبیعت باغ باغ ہوجاتی، ہر بات بے ضبط زبان کہتے "بے ضبط زبان" انہیں کا فقرہ ہے کبھی کبھی ایسے الفاظ اور فقرے بھی کہہ جاتے جو ثقاہت کی زبان پر نہیں آسکتے۔ لیکن اس بے تکلفی اور اتنا برجستہ کہتے کہ اس لفظ کی بدنمائی کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا۔ ملاں کی یہ عادت تھی، کبھی کبھی بہار کا کوئی لفظ بول جاتے اور کہہ دیتے کہ یہ خاص ہمارے دیار کا لفظ ہے، ایسا جامع لفظ کہیں اور نہ ملے گا"[1]

ایک بزرگ دینیات کے نصاب سے دلچسپی لینے کے لیے مقررہ نصاب کی کتابوں پر جہاں تہاں نشانات لگا کر مرحوم کے پاس بھیج دیا کرتے تھے۔ توقع یہ تھی کہ مرحوم تبادلۂ خیالات سے ان کی عزت افزائی فرمائیں گے۔ مرحوم نے تحریری کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک صاحب سے یہ البتہ کہلا دیا کہ کتابیں وصول ہو گئیں۔ انہوں نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ ایک دن حلقہ چائے نوشی میں آکر شریک ہوئے اور تھیالوجی کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ مرحوم نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ فرمایا "آپ کو دینیات سے کیا واسطہ، آپ کے اپنے مشاغل کیا کم ہیں کہ دینیات کی طرف توجہ فرمائیں" وہ صاحب خفیف ہو کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں آموں کا تذکرہ آگیا۔ اس میں اولادے نے بڑے انہماک سے حصہ لینا شروع کیا۔ مرحوم نے فرمایا ٹھیک ہے اس پر گفتگو کیجئے ملاحظہ فرماتے ہو نا یہ آپ کا حق ہے"[2]

مرحوم کے یہاں ایک بڑے سن رسیدہ بڑے بزرگ اور بڑے جید عالم ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپس میں بے تکلفی تھی ورنہ ظاہر ہے اس خانقاہ میں کون بار پا سکتا تھا۔ چلچلاتی گرمی تھی مرحوم حسب معمول برآمدہ میں سو رہے تھے اور مہمان کمرے کے اندر۔ جہاں تہجد کی نماز

---

[1] گنجہائے گرانمایہ صفحہ ۴۳   [2] ایضاً ۳۹

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پڑھنے اُٹھے، وضو کرانے پر مرحوم کی آنکھ کھل گئی، پوچھا کون؟ جواب ملا کہ جی میں ہوں۔ بولے خیر تو ہے۔ کہا وضو کروں گا۔ بولے تو کیجئے نا، نیند کیوں حرام کرتے ہیں۔ انھوں نے دبی زبان سے کہا، تھوڑا گرم پانی مل جاتا۔ فرمایا جہنم میں ملے گا۔ جہاں نے کہا معقول ارشاد بھی پورے طور پر سمجھ نہ پایا، بولے گرم پانی جہنم میں ملے گا۔ انھوں نے جواب دیا تو اُدھر کی راہ بتاؤ، مرحوم نے قہقہہ لگایا، بولے نیند تو غارت کی لیکن فقرہ خوب کہا۔

ایک بار چائے نوشی کی صحبت گرم تھی۔ سارے درویش موجود تھے۔ ایک صاحب تھے جن کو خانقاہ کے سلسلہ سلیمانیہ میں بلا الف ممبری کا درجہ حاصل تھا۔ لیکن اکثر بلایا جاتے تھے مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم کے علم و فضل کا تذکرہ تھا کہ مذکورہ صاحب بھی آپہنچے، یہ مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم کے شاگرد تھے چنانچہ آنے کے ساتھ ہی گفتگو میں شریک ہو گئے اور تعریف و توصیف میں سب سے پیش پیش نظر آنے لگے۔ مرحوم نے چائے کا ایک دہکا ہکا نیم گرم گھونٹ لیتے ہوئے فرمایا بھائی میں تو مولانا لطف اللہ مرحوم کی کرامت کا قائل ہوں۔ نووارد نے تعجب سے پوچھا، یہ کیونکر؟ مرحوم نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ فرمایا ”اور جو انھوں نے آپ کو پڑھا دیا یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے“

دینیات کے گھنٹے میں اکثر طلباء لکچر کم سننے حاضری کی زیادہ فکر رکھتے اور تھوڑی بہت شرارت سے بھی باز نہ آتے تھے لیکن مولانا کی کلاس میں نظم و سکوت قائم رہتا۔ مرحوم سے طلباء مانوس بھی رہتے اور مرعوب بھی۔ ایک دن طالب علم نے کلاس میں سوال کیا۔ جناب والا حضرت عمر نے حضرت خالد بن ولید کو فوج کی سرداری سے معزول کر دیا تو حضرت خالد نے حضرت عمر سے معزولی کی وجہ کیوں نہ دریافت کر لی۔ اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا حضرت خالد نے جب وجہ دریافت نہیں کی، تیرہ سو سال بعد اب آپ کو وجہ دریافت کرنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی میں سمجھتا، بندہ نواز، ذہن پر زیادہ زور نہ ڈالا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

"بیٹھیے، آگے بڑھیے!" لہ

آپ لڑکوں کو ان کے اوصاف کے مطابق خطابات سے بھی نوازتے تھے، کچھ لوگ تو آپ کے عطا کردہ خطابات سے بہت مشہور ہو گئے، بابائے اردو مولوی عبد الحق کو آپ نے "کالا کافر" کا خطاب دیا تھا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں وہ "کالا کافر" کے لقب سے مشہور ہے جس کا تذکرہ رشید احمد صدیقی نے گنجہائے گراں مایہ کے صفحہ ۲۹۲ میں کیا ہے۔

"مولانا سید سلیمان اشرف مرحوم جیسے پکے مسلمان اور کھرے انسان تھے سب جانتے ہیں، مولوی عبد الحق صاحب سے بڑی دوستی و بے تکلفی تھی۔ اردو، اسلام، تہذیب، ثقافت اور اس طرح کے دوسرے مسائل پر دونوں بزرگوں کی گفتگو ہوا کرتی۔ مولوی صاحب جب کبھی علی گڑھ آتے خانقاہ سلیمانیہ میں مولانا کے یہاں جا بیٹھتے اور ان کی بے تکلف دلچسپ گفتگو سننے کے لئے طلبہ بھی جمع ہو جاتے۔ عربی کے صفات پر مولانا زور دیتے، مولوی صاحب اردو کے گن گاتے۔ یہ صحبتیں سالہا سال رہیں۔ مولانا نے مولوی صاحب (عبد الحق) کو کالا کافر کا لقب دے رکھا تھا اور ہم لڑکوں کو اپنے یہاں کی نشست کی مہلت ہی یہ کہکر دیتے تھے فلاں وقت آنا، کالا کافر آیا ہوا ہے۔"

آپ کی اپنے بھائی سے محبت

آپ کے ایک بڑے بھائی تھے جن کا نام سید انیس اشرف تھا۔ عراق میں ایک سرکاری ملازمت سے وابستہ تھے لیکن دوران ملازمت اچانک عراق کے عالم میں ان کا دماغی توازن بگڑ گیا جس کی وجہ سے نوکری چلی گئی۔ آپ نے (سید سلیمان اشرف بہاری) ان کو اپنے ساتھ رکھا اور بھرپور علاج کروایا لیکن مرض کا افاقہ نہ ہوا۔ تا حیات انیس اشرف

لہ گنجہائے گراں مایہ صفحہ ۵۱-۵۴

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ آخر وقت تک مولانا اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور ان اشخاص سے بڑی محبت و
کے ساتھ بہت لطف فرماتے ——— آپ اپنے ہاتھوں سے ان کو کھانا نکال کر دیتے، پانی پلاتے، سفر و حضر ہر جگہ ساتھ رکھتے۔ کسی کے یہاں دعوت کھانے جاتے تو ان کو ساتھ لیکر جاتے یا اگر کوئی معزز مہمان آجاتے تو بھی اپنے سے جدا نہیں فرماتے بلکہ ان کو بھی مہمان کے ساتھ بٹھاتے۔ بالکل خاموش رہتے، نہ کسی کی باتوں کا جواب دیتے اور نہ کسی سے کلام کرتے بلکہ چپ چاپ ادھر ادھر پھرا کرتے ——— جب کبھی اپنے بڑے بھائی کا یہ عالم دیکھتے آپ پر پریشانی کی عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ اس کا تذکرہ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس طرح کرتے ہیں:

"بھائی بیمار ہوئے تو مرحوم کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ مریض کا یہ حال نہیں بیان کیا جا سکتا تھا۔ معدہ کی تکلیف تھی۔ حکیم عبد اللطیف صاحب لکھنوی معالج تھے۔"
"بھائی کی بیماری میں مرحوم کا یہ عالم تھا کہ کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے، سونے، بیٹھنے کی کوئی فکر نہ تھی۔ لباس میلا خوار رہا، اوقات مقررہ میں گڑبڑ، گفتگو میں ناہمواری، کہتے تھے نفس نے اپنے مطالبات چھوڑ دیئے ہیں۔ حکیم صاحب نے نہایت محنت، ہوشیاری اور جانفشانی سے علاج کیا۔ نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات، دوائیں، آش جو، شربت اور دیگر ضروری چیزیں گھر سے تیار کرا کے بھیجتے۔ ضروری مشاغل سے فرصت پا کر مریض کے پاس آجاتے۔ ہر طرح کے جتن کئے لیکن ایک نہ چلی، دم آخر بھائی جان مولانا مرحوم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔"[1]

نیز انیس اشرف صاحب سید سلیمان اشرف سے دو سال قبل انتقال کر گئے تھے، یہ کہ جوانی کے عالم میں ہی جنون کا عارضہ لگ گیا تھا جس کے سبب ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔

---

[1] گنجہائے گرانمایہ ص ۱۵

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مولانا کی شادی

مولانا سید شاہ ... نے اپنے بھائی ... تجرد کی زندگی گزارنا ... اس درمیان آپ کی والدہ ماجدہ کی خواہش
ان کا ہمیشہ اصرار رہا کہ شادی کرلیں۔ بالآخر ان کی ضد پر ... راضی ہوگئے اور تقریباً ۳۵ سال
کی عمر میں نکاح کیا —— شادی کے چند سال بعد مولانا کی والدہ محترمہ کا بھی انتقال ہوگیا۔
والدہ کے انتقال کے چند سال بعد آپ کی اہلیہ محترمہ نے بھی آپ کو داغ مفارقت دے دیا۔
آپ علی گڑھ میں تھے کہ ایک دن بہار شریف سے روح فرسا خبر سنی کہ ولی یعنی
ان کے جگری دوست مولوی سلطان احمد جو بہار شریف میں رہتے تھے ان کا انتقال ہوگیا۔
مولانا خبر پاتے ہی بہار شریف تشریف لائے اور مرحوم کے گھر کے لوگوں کی تعزیت فرمائی۔
اور ان کے بڑے لڑکے سید منیر الدین کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا کر علی گڑھ اپنے ساتھ لیتے آئے
ان کی تعلیم و تربیت ایسی کی جیسے اپنی حقیقی اولاد کی کی جاتی ہے اس درمیان ان کے گھر کی
کفالت فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔ اور تاحیات آپ سید منیر الدین کے اخراجات
کے کفیل رہے۔ وصال سے قبل آپ نے جہاں اپنے خاندان اور وارثین کو اپنی جائداد و رقم
سے ان کے حقوق ادا کئے وہیں سید منیر الدین کو بھی کافی رقم دی۔ اور اپنی رہائش کے لئے
جو مکان علی گڑھ میں تعمیر کی تھی وہ ان کے نام وقف کیا۔

مرض الموت

آپ کی اہلیہ اور بھائی کے انتقال کر جانے کے بعد آپ بالکل تنہا
رہ گئے تھے اکثر مغموم رہتے۔ حزن و ملال کی وجہ کر دن بدن
صحت تیزی سے گرنے لگی۔ رمضان شریف کے مہینے میں بخار آیا طبیبوں نے روزہ
رکھنے سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن آپ نے کسی کی ایک نہ سنی اور اپنی علالت میں بھی
رمضان کا روزہ ترک نہیں کیا۔ طبیعت دن بدن بگڑتی چلی گئی بعض احباب نے معالج
بدلنے کو کہا لیکن آپ نے منع فرمایا —— جب حالت دن بدن زیادہ بگڑتی گئی اور علاج سے
افاقہ نہ ہوا تو خود شفاء الملک حکیم عبد اللطیف صاحب جو آپ کا علاج کر رہے تھے (...

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشورہ دیا کہ اب معالج بدل کر دیکھا جائے کہ کیا ہوتا ہے۔ لیکن یہ میری سمجھ میں مرض حکم ہو یا میری تدبیر کارگر نہ ہوتی ہو۔ اپنے معالج کی یہ گفتگو سن کر آپ پر ایک کیفیت سی طاری ہو گئی۔ فرمایا حکیم یہ سمجھتے ہو کہ مولوی مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ حکیم صاحب کے علاج سے مرا۔ خبردار! خبردار!! مت گھبرانا۔ علاج تمہارا ہی رہے گا۔ مارنا جلانا تمہارا کام نہیں ہے یہ تو کوئی اور کرتا ہے تم فکر مت کرو علاج کئے جاؤ، مجھ سے زیادہ کون جانے گا کہ علاج کیا ہو رہا ہے۔ علاج قیامت تک نہیں بدلا جائے گا۔ سمجھے تا؟ ہاں!

اور حکیم صاحب علاج فرماتے رہے اس دوران آپ تندرست ہو گئے لیکن دوبارہ جب علیل ہوئے تو صحت گرتی چلی گئی۔ آپ کے وصال کی کیفیت رشید احمد صدیقی نے یوں بیان فرمایا ہے۔

"دوسری بار علیل ہوئے تو حالت گرتی ہی گئی۔ اس دوران عرصہ تک حاضر ہوتا رہا دریافت کرنے پر ہمیشہ یہی معلوم ہوا کہ کمزوری بڑھتی جاتی ہے اور مرض قابو میں نہیں آ رہا ہے۔ میں اس حالت میں مرحوم کو نہ دیکھ سکتا تھا جس شخص کو تندرستی، زندہ دلی، استقلال و استقامت کا جیتا جاگتا نمونہ دیکھ چکا تھا اسے بے بس و ناتواں دیکھنا میرے بس کا نہ تھا۔ ایک دن مکان پر ایک اہم کام میں مصروف اور پریشان چاشت کے خط کا منتظر تھا کہ [illegible] آکر خبر دی کہ مولانا صاحب کی طبیعت خراب ہے۔ سب لوگ وہیں گئے ہوئے ہیں۔ زبان سے بے ساختہ انا للہ نکلا، گرتا پڑتا دو منزلہ پہنچا، ہجوم دیکھ کر دل بیٹھ گیا کمرے میں سب لوگ جمع تھے کئی ڈاکٹر بلائے گئے تھے۔ مشورہ ہو رہا تھا معلوم یہ ہوا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے۔ غفلت طاری ہونے لگی ہے۔ کبھی کبھی ہوش میں آ جاتے ہیں علاج بدلنے پر اب بھی تیار نہیں ہیں۔ عرض کیا کہ جو کچھ ہونے والا ہے اسے اب کوئی ٹال نہیں سکتا، علاج بدلنا نہ بدلنا دونوں برابر ہیں۔" دل البتہ نہیں مانتا۔ شاید ڈاکٹری علاج سے صورت حال بہتر ہو جائے۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم کر...

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت بیٹھے رہ گئے۔ میری اب بھی ہمت نہ ہوتی کہ اندر جاتا۔ مرحوم کی حالت غیر ہو چکی تھی۔"

بالآخر علم و ادب کا درخشندہ ستارہ ۷ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ بمطابق ۲۷ اپریل ۱۹۳۹ء کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ علی گڑھ میں آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا اور علی گڑھ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ شیروانیوں کے قبرستان میں دفن کئے گئے جہاں آپ کا مزار شریف ہے۔ تذکرہ علماء اہل سنت میں تاریخ وصال رمضان المبارک لکھا ہے جو غلط ہے۔

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

رشید احمد صدیقی نے آپ کے جنازے کا منظر اس طرح پیش کیا ہے۔
جنازہ کے ہجوم میں قبرستان پہنچا۔ قبرستان سے متصل میدان میں نماز کے لئے جنازہ رکھ دیا گیا اور ان لوگوں کا انتظار کیا جانے لگا جو دفن میں شریک ہونے کے لئے دوڑتے بھاگتے چلے آ رہے تھے۔ نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ حق نواب صدر یار جنگ بہادر کو پہنچتا تھا۔ ایکا ایک علالت کے سبب سے موصوف تشریف نہ لا سکے۔ شیخ مولانا ابوبکر صاحب مرحوم کے زخم ہونے کے سبب سے معذور تھے۔ چنانچہ مولانا شفیع صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت جبکہ نماز جنازہ کا مسئلہ زیر غور تھا۔ مرحوم کی ایک بات یاد آئی۔ مرحوم نے ایک بار فرمایا تھا: دیکھو! دینیات کے پرچے میں جو نماز جنازہ کا سوال میں ہمیشہ رکھ دیتا ہوں اس کا سبب جانتے ہو، میں نے لاعلمی ظاہر کی تو فرمایا کہ ہر مسلمان جو اپنے کسی بھائی کے ساتھ آخری سلوک کر سکتا ہے۔ وہ نماز جنازہ ہے۔ میں مرنے لگوں تو مجھے یہ اطمینان رہے گا کہ میرا ہی کوئی عزیز طالب علم میری نماز جنازہ پڑھائے گا۔
اس وقت جبکہ یہ نہیں طے ہو رہا تھا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے مجھے مرحوم کی بات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بے اختیار یاد آئی اور جی چاہا کہ مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہو، پڑھا سکا۔ لیکن توفیق ہوئی جیسی باتیں کہ جس جگہ سے نماز جنازہ پڑھائی جا رہی تھی وہیں تعزیت کا ریڈیو ٹیلی ویژن پر ہو کر گھر واپس آگیا اور نماز جنازہ کا بدل تعزیت کا ریڈیو ہی بن کر رہ گیا ہے۔[1]

آپ کی وفات پر مولانا ابوبکر جو علالت کے باوجود جنازے کے ساتھ قبرستان گئے۔ انھوں نے کہا۔ "افسوس ہے سردار اٹھ گیا"[2]

سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

چند سال ہوئے سلیمانوں کی رباعی قاضی محمد سلیمان صاحب کی وفات سے مثلث ہو گئی تھی۔ شاہ سلیمان پھلواری کی رحلت سے وہ فرد ہو گئی تھی۔ اب اخیر اپریل ۱۹۳۶ء میں مولانا سلیمان اشرف صاحب (استاذ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) کی موت سے مصرع ہو کر رہ گئی۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع ابھی زبان پر کب تک رہتا ہے

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں[3]

رشید احمد نے کہا:

"اللہ نے اپنے بہادر کو ہم سے اٹھا لیا"[4]

۱؎ گنجہائے گرانمایہ ص ۹۸

۲؎ گنجہائے گرانمایہ ص ۹۸

۳؎ سید سلیمان ندوی: معارف اعظم گڈھ جون ۱۹۳۶ء ص ۴۰۲۔

۴؎ گنجہائے گرانمایہ ص ۹۸۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari